اخبار احمدیہ

قادیان ۱۰ر اکتوبر۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ اطلاعات مظہر ہیں کہ حضور انور راولپنڈی اور مری کے سفر سے بتاریخ یکم اکتوبر بخیریت واپس ربوہ تشریف لے آئے۔ ۵ر اکتوبر کی اطلاع مظہر ہے کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

قادیان ۱۰ر اکتوبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مع بیگم صاحبہ و بچگان آج پونے تین بجے بعد دوپہر حیدر آباد کے سفر سے بخیریت قادیان واپس تشریف لے آئے۔ الحمد للہ۔ آپ ۹ر اکتوبر کو حیدر آباد سے بذریعہ ہوائی جہاز براستہ دہلی آج ½۹ بجے امرتسر پہنچے۔ رات دہلی قیام فرمایا اور امرتسر سے بذریعہ کار قادیان تشریف لے آئے۔ الحمد للہ۔ محترم صاحبزادہ صاحب کے گلے میں خراش کے سبب تکلیف ہے احباب شفایابی کیلئے دعا فرمائیں۔

— آج ہی کشمیر کے تبلیغی وفد کے بعد مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مکرم مولوی بشیر احمد صاحب خادم ½۱ بجے دوپہر واپس تشریف لے آئے۔

(الحمد للہ)

یاد رکھو بہت سخت دن آنیوالے ہیں جنمیں دُنیا کو خطرناک شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑیگا

جو مَیں دیکھ رہا ہوں اگر تم بھی دیکھ لو تو دن رات خدا کے آگے روتے رہو

سیدنا حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام کا بر وقت انتباہ!

امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آئندہ آنے والے ہولناک عذابوں کی خبر دیتے ہوئے ۲۷ر دسمبر ۱۹۰۷ء کو جلسہ سالانہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یاد رکھو کہ بہت سخت دن آنے والے ہیں جن میں دُنیا کو خطرناک شدائد اور مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ عنقریب سخت وبائیں اور طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی ظاہر ہونے والی ہیں اور ایک شدید زلزلہ کی خبر بھی دے رکھی ہے جو کہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اور جس کی نسبت خدا تعالیٰ نے "بَغْتَۃً" فرمایا ہے۔ یعنی وہ زلزلہ ناگہانی طور پر آجائے گا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی ڈراؤنی خبریں خدا تعالیٰ نے دے رکھی ہیں۔ اگر تمہیں ان باتوں کا یقین ہو جائے جو میں دیکھ رہا ہوں تو سارا سارا دن اور ساری ساری رات خدا تعالیٰ کے آگے روتے رہو......

دیکھو ابھی ایک مہینہ میں ہی تین زلزلے آچکے ہیں اور یہ سب بطورِ پیش خیمہ کے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں پہلے ٹڈیوں، جوؤں اور مینڈکوں وغیرہ کے عذاب آتے رہے تھے اور مخالفوں نے ان کو ایک قسم کا تماشا ہی سمجھ رکھا تھا اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اُن بدبختوں کو یہ خبر نہ تھی کہ ایک وہ معجزہ بھی ظاہر ہوگا جبکہ اُسے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ بھی کہنا پڑے گا۔

سو اس بات کو اچھی طرح سے یاد رکھو کہ اگر ابتدائی منذرات کو عبرت کی نظر سے دیکھو گے اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر استغفار، لاحول اور دوسرے نیک کاموں میں مشغول ہو جاؤ گے تو یہ تمہارے لئے اچھا ہوگا۔ لیکن جو بے پرواہی سے کام لیتا ہے تو آخر کار جب وہ وقت آئے گا تو اس وقت رونے چلانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اور آخر کار بڑی ذلت اور نامرادی سے ہلاکت کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ اور پھر جس دنیا کے لئے دین سے منہ موڑا تھا اُس کو بھی بڑی حسرت سے چھوڑنا پڑے گا......

لیکن ان سب باتوں کے بعد بھی کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی رحمتیں سمندروں سے بھی زیادہ ہیں۔ اگر وہ شدید العقاب ہے تو غفور رحیم بھی تو ہے۔ جو شخص توبہ کرتا، استغفار اور لاحول میں مشغول ہو جاتا ہے اور دین کو دنیا پر مقدم کر لیتا ہے تو وہ ضرور بچایا جاتا ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ عذاب آنے سے پہلے ڈرتے ہیں اور خدا کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں وہ اُس وقت ضرور بچائے جاتے ہیں جبکہ عذاب اچانک آجاتا ہے لیکن جو اُس وقت روتے اور آہ وزاری کرتے ہیں جبکہ عذاب آپہنچتا ہے اور اُس وقت گڑگڑاتے اور توبہ کرتے ہیں جبکہ ہر ایک سخت سے سخت دل والا بھی لرزاں اور ترساں ہوتا ہے تو وہ بے ایمان ہیں وہ ہرگز نہیں بچائے جاتے۔

یہ باتیں جو میں کہہ رہا ہوں میں نہیں جانتا کہ تم میں سے کتنے آدمی ہیں جو سچے دل سے ان باتوں کو مانتے ہیں مگر میں پھر بھی وہی کہتا ہوں کہ یہ دن جو آنے والے ہیں یہ نہایت سخت ہیں۔ لوگوں کی بداعتقادیوں اور بدعملیوں نے خدا کے عذاب کو بھڑکا دیا ہے۔ تمام نبیوں نے اس زمانہ کی نسبت پہلے ہی سے خبر دے رکھی ہے کہ اُس وقت ایک مری پڑے گی اور کثرت سے اموات ہوں گی۔ اور پھر حدیثوں میں لکھا ہے کہ جہاں تک خدا کے مسیح کی نظر پہنچ سکے گی کافر تباہ و ہلاک ہوتے جائیں گے۔ یہ بھی بالکل سچی بات ہے۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس پر اس کی نظر پڑے گی وہی تباہ ہوتا جائے گا بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ جو اُس کی نظر میں نشانہ بنیں گے وہ تباہ اور ہلاک ہوتے جائیں گے۔ لیکن اب تو تمام دنیا نشانہ بن رہی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

(قادیان میں)
جماعت احمدیہ کا ۷۶ واں جلسہ سالانہ

بتاریخ ۲۴ر۲۵ر۲۶ر نومبر ۱۹۶۷ء منعقد ہوگا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال قادیان میں جماعت احمدیہ کا ۷۶ واں جلسہ سالانہ بتاریخ ۲۴ر۲۵ر۲۶ر نومبر ۱۹۶۷ء کو منعقد ہوگا۔ اس مبارک اور مقدس جلسہ میں شمولیت کے لئے احباب ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور خود بھی تشریف لائیں اور دیگر احباب کو بھی زیادہ سے زیادہ تعداد میں شریک کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس روحانی اجتماع سے مستفید ہوں۔

(ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان)

حکیم صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۶۷ عیسوی

خدا شناسی مذہب کی جان ہے

انسان کا خدا سے تعلق

انسان اپنے نفس کا آپ خالق نہیں نہ ہی اپنی مرضی کا آپ مالک ہے اگر ایسا ہوتا تو کبھی فنا نہ ہوتا، قدم قدم پہ نقصان نہ اُٹھاتا۔ اپنی احتیاجات و حاجات کے عاجز و لاچار نہ ہوتا۔ اُسے اپنی ہر دلی خواہش پوری کرنے میں کوئی روک نہ ہوتی ۔۔!! لیکن یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے۔ ایک شاعر نے انسان کی اس بے چارگی کے متعلق خوب کہا ہے کہ

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
نہ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

دنیا میں وہ کون ہے جس کی ساری تمنائیں بر آئیں یا بہت سی حسرتیں دل ہی دل میں لے کر اس جہان سے کوچ نہیں کر گیا؟؟؟ بڑے بڑے جابر بادشاہ اور ذوی الجبروت صاحب اختیار بھی ایک وقت ایسا آیا کہ بالکل بے بس اور لاچار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بتایئے یہ کس نے انسان کے اختیارات و اقتدار پہ قدغن لگایا؟ کس نے اُس کی خواہشات کے محل کو مسمار کیا؟ کس نے اُس کی مساعی کے نتائج کو حسبِ دلخواہ نکلنے نہ دیا؟ ۔۔!! یہ عظیم قدرتوں اور وسیع طاقتوں کی مالک ذات "خدا" کی ہے۔ وہی انسان کا حقیقی خالق و مالک ہے اُس نے اپنی مرضی سے انسان کو وجود بخشا اور اسے انسانیت کا جامہ پہنایا۔ عقل و شعور سا بیش بہا کر اشرف المخلوقات بنایا۔ سب کائنات عالم اس کی خدمت میں لگا دی۔ اُسی نے انسان کو قوت و شوکت کا پتلا بنا کر کھڑا کیا۔ اُسی نے انسان کو علم و ذکا، فہم و فراست کا خزانہ دے کر اس جہان میں بھیجا۔

ذرا اسی پہلو سے اس بات پہ غور کریں کہ قدرت کی طرف سے انسان کو یہ جس قدر قوت اور طاقت دی گئی اس کے اندر علم اور فہم میں لا انتہا ترقی کا مادہ رکھ دیا گیا یعنی کہ دنیا کی بہت سی اشیاء پر بلا واسطہ اور دوسری اشیاء پہ بالواسطہ حکومت کر رہا ہے۔ سورج چاند ستارے اس کے لئے مفت کام پہ لگے ہوئے ہیں اور اس کے اندر کی چیزیں زمین اور اس کے مخفی خزانے ہوا، روشنی، بجلی اور ان کی پوشیدہ طاقتیں سب حضرتِ انسان کی خدمت میں مصروف ہیں اور ان سب سے کام لے رہا ہے۔

فرمایئے کیا اس تمام انتظام اور تدبیر کائنات سے محض یہ غرض ہے کہ انسان اس دنیا میں چند سال کی زندگی بسر کر کے فنا ہو جائے؟ یا وہ کسی ایسے مقام کو حاصل کرے جس کے نتیجہ میں اُسے ابدی زندگی اور غیر محدود ترقیات نصیب ہوں ۔۔ اگر ایسا ہو تو انسان کی پیدائش کیا ساری دنیا کی پیدائش ہی لغو اور عبث قرار پاتی ہے۔ ایک معمولی عقل و خرد کا انسان کوئی کام بلا مقصد اور مدعا کے نہیں کرتا۔ پھر اس بڑے کارخانہ کو معرضِ وجود میں لانے والے کی عظیم صنعت کو کیسے عبث اور بے فائدہ کہا جا سکتا ہے یہ ایک اہم سوال ہے جس پہ ہر دانا اور حکیم کو غور کرنا ہے۔ قرآن کریم نے اس سوال کے بارہ میں فطرتی جواب کو بڑے ہی جامع الفاظ میں کچھ اس طرح بیان فرمایا:۔

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝
(آل عمران ع ۲)

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے میں عقلمندوں کے لئے یقیناً کئی نشان موجود ہیں۔

وہ (عقلمند) جو کھڑے اور بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تو نے اس عالم کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ تو ایسے بے مقصد کام کرنے سے پاک ہے، پس تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا (اور ہماری زندگی کو بے مقصد بننے سے بچا لے)

جب یہ صورت ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کی زندگی کا پھر مقصد حقیقی کیا ہے۔ اس بارہ میں قرآن کہتا ہے اور اسلام اس بات کو دھڑلے سے پیش کرتا ہے کہ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔
(الذاریات ع ۳ پ ۲۷)

میں نے جن و انس کو صرف اسی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے کہ میرے ساتھ تعلق پیدا کریں اور میرے ہو جائیں۔

یہی اصل مقصد ہے جسے مذہب پورا کرتا ہے اور یہی فطرت کی آواز ہے ذرا گہرائی سے انسان کی فطرت کا مطالعہ کیجئے۔ آپ دیکھیں گے کہ ہر ایک انسان کے دل میں محبت کی ایک آگ بھڑک رہی ہے وہ کسی گم شدہ چیز کی تلاش کر رہا ہے اسی جذبۂ محبت کا اثر ہے کہ بہت سے لوگ بھول بھٹک کر اس محبت کو جو محبوبِ حقیقی کا حق تھا دوسروں پر خرچ کر دیتے ہیں۔ لیکن جب انکی بے ثباتی ہے وہ اُسے داغِ جدائی دے کر الگ ہو جاتی ہے تب دل محسوس کرتا ہے کہ یہ محبت ان فانی چیزوں کے لئے نہیں بلکہ کسی اور شے کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

فطرتِ انسانی کی اس جستجو اور پھر بالآخر اپنے محبوبِ حقیقی کو پا لینے کی خواہش کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے کیا ہی خوب فرمایا

سورج پہ غور کر کے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں
واحد ہے لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اس کو فنا نہیں

اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کی فطرت میں محبت کی یہ آگ سلگا کر اُسے سرگردان نہیں چھوڑا۔ ۔۔ بلکہ اگر اُس نے درد دیا ہے تو دوا بھی دی ہے جس چیز کا اُس نے عشق لگایا ہے اُس کا راستہ بھی اُس نے خود ہی کھولا ہے چنانچہ قرآن کریم نے اسی کے مطابق فرمایا ہے:۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ
(الانعام ع آیت ۱۰۴ پ ۷)

انسانی نظریں اُس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نظروں تک پہنچتا ہے اس لئے کہ وہ بڑا باریک بین اور ہر قسم کی خبر رکھنے والا خدا ہے۔ یعنی انسان اپنے علم کے زور سے خدا کو نہیں دیکھ سکتا البتہ جب بندہ کے اندر جستجو کا سچا جذبہ حرکت میں آتا ہے تو خدا تعالیٰ ہی اپنے فضل سے اُس کے پاس آکر جلوہ گر ہوتا ہے۔۔ اور اس طرح انسان کا مطلوب اُسے مل جاتا ہے۔ اُس کی تشنگی دور ہو جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی اس رنگ میں کرم فرمائی کا سلسلہ ہمیشہ ہی جاری رہا ہے۔ چنانچہ جب جب بھی انسانوں میں غفلت پیدا ہوتی رہی ہے۔ اور لوگ اللہ تعالیٰ کو بھولتے رہے ہیں وہ اپنا کلام لوگوں کو بھولے ہوئے تعلق کی یاد دلانے کے لئے نازل فرماتا رہا ہے۔

اور گرنتھ میں بھی اسی سے ملتا جلتا مضمون بیان کیا گیا ہے۔ گورو جی فرماتے ہیں:۔

"جب جب ہوت ارشٹ اپارا
تب تب دیہہ دھرت اوتارا"
(دسم گرنتھ صفحہ ۱۴۲)

یعنی جب کبھی لوگ سچے خالق و مالک سے اپنا تعلق توڑ کر برے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تب اوتار کا ظہور ہوتا ہے اور خالق و مخلوق کے تعلق کو پھر سے استوار کرنے کے سامان کر دیئے جاتے ہیں۔

۔۔ اسی عظیم صداقت کو قرآن کریم نے بھی مومنوں کی زبان سے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ
(اعراف ع آیت ۴۴ پ ۸)

ہر قسم کی حمد و تعریف کا اللہ ہی مستحق ہے جس نے خود ہی اپنے آستانہ کا راستہ دکھایا اور یہ حقیقت ہے کہ اگر وہ خود آگے بڑھ کر ہماری رہنمائی نہ فرماتا تو ہم کبھی بھی اپنے طور پر اس کا راستہ نہیں پا سکتے تھے ۔۔

تُو ہے جو پالتا ہے ہر دم سنبھالتا ہے
غم سے نکالتا ہے دردوں کو ٹالتا ہے
کرتا ہے پاک دل کو حق دل میں ڈالتا ہے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

عقل انسانی تو انسان کو یہاں تک ہی پہنچا سکتی تھی کہ اس تمام محکم نظام کا کوئی صانع ہونا چاہیئے لیکن "ہونا چاہیئے" اور "ہے" میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہونا چاہیئے شک کی بات ہے اور "ہے" یقین کا مقام ہے۔ محض شک کی وجہ پر کون عاشق ہوتا ہے اور کون محض ظن پر جان و مال اور دل قربان کرتا ہے پس یہ مذہب ہے جو لوگوں کے دلوں میں خدا کی

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

خطبہ جمعہ

میرے سفرِ یورپ کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے اسلام کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت کیا ہے

اس سفر کے ذریعے تمام دُنیا کے گھر گھر میں یہ پیغام پہنچ گیا ہے کہ صرف اسلام ہی دنیا کو ہولناک تباہی سے بچا سکتا ہے

مجھے اور بہت سے دوسرے احمدی بھائیوں اور بہنوں کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی اس سفر کی کامیابی کی بشارتیں دے دی تھیں

اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش اور اس کی رحمت کے نشانات دیکھ کر دل اس کی حمد سے معمور ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲۵؍اگست ۱۹۶۷ء بمقام ربوہ
مرتبہ مکرم مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-
احبابِ جماعت اور اس عاجز بندے پر

اللہ تعالیٰ کے فضل کی بارش

اور اس کی رحمت کے نشانات اتنے دیکھ کر دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے معمور ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے سارے سمندر محبت اور حمد اور تعریف کا پیراہن پہن کر اس چھوٹے سے دل میں سما گئے ہیں اور خدا کی حمد چاروں طرف بڑی موجوں کی شکل میں اُبھر رہی اور موجزن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس نے اس سفر سے قبل خود بتا دیا تھا اس سفر کو محض اپنے فضل سے اسلام کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت کیا ہے۔

قبل اس کے کہ میں اپنی وہ رؤیا بیان کروں جو میں نے جانے سے قبل دیکھی تھی۔ میں ایک اور دوست کی رؤیا بیان کرنا چاہتا ہوں۔ ایک دوست نے مجھے لکھا کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ روانگی سے چند دن قبل یا روانہ ہونے کے بعد چند روز کے اندر اندر مجھے یہ خط ملا تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ کچھ مخالفت ہو رہی ہے بیرونی بھی اور اندرونی بھی۔ اور بعض معترض یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ رؤیا اور خواب بہت سنانے لگ گیا ہے۔

اس خواب کی دو تعبیریں میرے ذہن میں آئیں۔ جن میں سے ایک کا ذکر میں اپنی کراچی والی تقریر میں کر چکا ہوں اور دوسری کا ذکر اِس وقت بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جب میں نے اپنے دوست کی خواب پڑھی تو میری توجہ اللہ تعالیٰ نے ... نہایت پھیری کہ

اس سفر کے دوران بہت سی بشارتیں

ملیں گی اور دوسرے یہ کہ مجھے ان بشارتوں کا ذکر جماعت کے سامنے کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ جب تک بشارتیں نہ ملیں اور ان کا ذکر بھی جماعت کے سامنے نہ کیا جائے۔ معترض اعتراض نہیں کر سکتا۔ یعنی اگر بشارت ہی کوئی نہ ملے تو اس قسم کا اعتراض کرنے والا ذہن سوچ ہی نہیں سکتا۔ اگر بشارتیں ملیں اور ان کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی یہی حال ہے پس اس دوست کی اس خواب سے میں ایک طرف بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالیٰ بہت سی بشارتوں کے سامان پیدا کرے گا اور حاسد کے لئے حسد کے سامان بھی بہت سے پیدا کرے گا اور دوسری طرف میں نے خیال کیا کہ مجھے خاموش نہیں رہنا چاہیئے بلکہ جماعت کے سامنے ان باتوں کا ذکر کر دینا چاہیئے۔

اس رؤیا کے سننے کے بعد اب میں

اپنی وہ رؤیا بتاتا ہوں

جو روانگی سے چند روز قبل میں نے دیکھی جس وقت تحریک جدید کی طرف سے اس خواہش کا اظہار کیا گیا کہ کوپن ہاگن کی مسجد کا افتتاح میں خود وہاں جا کر کروں۔ اور دراصل یہ وہاں کی جماعت کی خواہش تھی جو انہوں نے مجھ تک پہنچائی تھی اور جب یورپ کے دوسرے مشنوں کو معلوم ہوا کہ میں مسجد کے افتتاح کے لئے کوپن ہیگن آ رہا ہوں تو وہاں سے مطالبے آنے شروع ہو گئے کہ اگر آپ یورپ آئیں تو ہمارے مشن میں بھی آئیں۔ چنانچہ یہ پروگرام بنا کہ اگر جائیں تو یورپ کے سارے مشنوں کا دورہ بھی کریں۔ لیکن میرے دل میں پورا انشراح نہیں ہوا تھا اور تحریک مطالبہ کر رہی تھی کہ کافی وقت پہلے ان کو اطلاع دینی چاہیئے۔ تا وہاں انتظامات ہو سکیں اس پر میں نے انہیں کہا کہ ان سے یہ کہہ دیا جائے کہ وہ اپنی طرف سے پوری تیاری کر لیں تا کہ اگر جانے کا پروگرام بنے تو ان کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔ لیکن اپنے ذہن میں یہ بھی رکھیں کہ شاید میں اس سفر کو اختیار کروں تا کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مایوس نہ ہوں۔ غرض یہ مشروط پروگرام ان کو دیا گیا۔ اور یہاں میں نے جماعت میں دعا کے لئے تحریک کی۔ بعض دوستوں کو خاص طور پر خطوط لکھوائے اور بعض کو کہلا کے بھیجا دوستوں نے بھی بڑی دعائیں کیں اور میں بھی اپنی طاقت اور استعداد کے مطابق دعائیں کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ لیکن پورا انشراح نہیں ہو رہا تھا۔ بہت سے دوستوں نے مبشر خوابیں بھی دیکھیں بعض نے بشارتوں کے ساتھ بعض منذر بھی دیکھے۔ خود میں نے دو تین خوابیں ایسی دیکھیں جن میں مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ واپسی پر کچھ بدمزگی وغیرہ پیدا ہوگی یا کوئی خطرہ پیش آئے گا۔ لیکن وہ سارے نظارے واپسی کے تھے جن میں یہ اشارہ پایا جاتا تھا کہ سفر کیونکہ اگر کیا گیا تو ان کے بغیر واپسی نہیں ہوا کرتی لیکن پھر بھی طبیعت میں پورا انشراح نہیں ہوا۔ تب قریباً آٹھ دس روز پہلے میں نے

اپنے ربِّ عظیم نور کا ایک حسین نظارہ

دیکھا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم قادیان میں ہیں اور عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان میں کوئی تقریب ہے جس میں مجھے اور منصورہ بیگم کو بھی بلایا گیا ہے اور دعوت کا وقت عصر کے بعد ہے۔ چنانچہ اس کے لئے ہم روانہ ہوئے۔ ہم حضرت مرزا سلطان احمد صاحب رضی اللہ عنہ کے مکانوں میں سے گزر کر اس گلی میں سے گزرتے جو اس چوک میں داخل ہوتی ہے جہاں ڈاکٹر احسان علی کی دکان تھی اور وہاں سے بائیں طرف الحکم سٹریٹ میں داخل ہو جاتی ہے ہم بھی اس چوک سے ہو کر الحکم سٹریٹ میں داخل ہوئے۔ ہمارے ساتھ کچھ اور آدمی بھی ہیں اور یہی قادیان کا نظارہ ہے جس کی اینٹ اینٹ مجھے یاد ہے اور ہم اسے کبھی نہیں بھول سکتے۔ بہرحال ہم عرفانی صاحب رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے۔ اس مکان کا فرنٹ بالکل وہی تھا جو پہلے تھا۔ وہی چھوٹا سا دروازہ جو ان کا ہوا کرتا تھا ہم اس کے دروازہ میں سے داخل ہوتے ہیں لیکن جب میں اس گھر میں داخل ہوتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرفانی صاحب کا مکان نہیں بلکہ وہ ایک بہت بڑے قلعے کا دروازہ ہے جس میں سے ایک وقت میں پانچ سات کاریں گزر سکتی ہیں۔ غرض وہ اتنا بڑا دروازہ ہے۔ اس دروازہ میں سے گزر کر ہم صحن میں آ گئے۔ پرانے قلعوں کے دروازے عام دروازے نہیں ہوتے تھے بلکہ قلعہ کا دروازہ ایک کمرہ کے اندر کھلتا تھا۔ اور پھر اس کمرہ کا دروازہ آگے صحن میں کھلتا تھا بہرحال اس قلعہ کا بہت بڑا انٹرنس ہال ہے جس میں ہم داخل ہوئے ہیں اور جو صحن ہے وہ اس طرح کا ہے جیسے کوئی ٹیلہ ہو اور نہایت خوبصورت سبزہ اس پر اگا ہوا ہے اور پھول بھی ہیں۔ اور بڑا خوب سجایا گیا ہے۔ اور وہ قلعہ کا باغیچہ جو ایک ٹیلہ پر ہے اس طرح کہ سامنے کی طرف اور دونوں پہلوؤں کی طرف کچھ سلوپ اور ڈھلوان ... مجھے یاد نہیں اور نہ ہی خواب میں ... کون بھی اس طرف ...

کوئی بھی اس طرف سے جانے والا نہیں۔ اور وہ ہمیں اس ٹیلہ کے اوپر لے گیا۔ جہاں ایک کاؤچ بچھا ہوا ہے۔ اور اس نے مجھے اور منصورہ بیگم کو کہا کہ آپ یہاں بیٹھیں۔ وہاں کئی سو آدمی موجود ہیں۔ جو ان کرسیوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو گھاس کے تختوں پر بچھی ہوئی ہیں۔ اس وقت تک کہ ہم اس کاؤچ یعنی صوفہ سیٹ کے اوپر بیٹھیں ہمیں پیچھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا لیکن جب وہاں بیٹھے (بائیں طرف منصورہ بیگم ہیں اور دائیں طرف میں ہوں) اور منہ اوپر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس قلعے کی دیوار کے اندر کا حصہ جو ہمارے سامنے تھا ایسی خوبصورتی سے سجایا گیا تھا کہ کوئی

انسانی ہاتھ ایسی خوبصورتی پیدا نہیں کر سکتا

اور نہ کسی انسان کے تصور میں وہ چیز آ سکتی ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اپنی کسی خاص مشیئت کے تحت اسے وہ خوبصورتی نہ دکھائے۔ اور جتنا بڑا دائرہ اور ڈیوڑھی اس قلعہ کی تھی۔ اسی نسبت سے وہ دیوار تھی جو کئی سو گز۔ نصف اس کے دائیں طرف اور نصف بائیں طرف ہمارے آگے اور جہاں وہ دیوار ختم ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی (تفصیل نہیں ہوتی ہیں) ایک ایک کمرہ دونوں طرف کا مجھے نظر آیا تھا اس کے علاوہ میں نے اس کا کچھ نہیں دیکھا۔ اور ان کمروں کی دیواریں بھی اسی خوبصورتی سے سجائی گئی ہیں۔ اور یہ قلعہ دو منزلہ تھا جس ڈیوڑھی میں سے ہم گزر کے آئے ہیں وہ دو منزلہ عمارت سے اوپر نکل جاتی تھی اور جیسا کہ قلعوں کے اندر عام طور پر گنبد ہوتے ہیں۔ اس کے دونوں کناروں پر گنبد تھے اور وہ سارا حصہ جس پر ہماری نظر پڑتی تھی۔ نہایت خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ کوئی بلب یا ٹیوب ہمیں نظر نہیں آتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ قلعے کی دیوار کے ہر ذرہ سے روشنی چھن کے باہر آ رہی ہے اور وہ روشنی مختلف رنگوں کی تھی۔ نیلی، سرخ، زرد، سبز اور گلابی وغیرہ۔ میں ان رنگوں کو گن نہیں سکا۔ بہرحال وہ مختلف رنگ تھے اور ان کے ملنے سے نہایت ہی خوبصورت منظر بنتا تھا۔ اتنا خوبصورت کہ میں اپنی پوری توجہ کے ساتھ اس حسن میں کھویا گیا اور ایک لمبا عرصہ میں خود فراموشی کے عالم میں الٰہی حسن کے اس حسین منظر میں گم رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد میں نے اس حسن کی تفصیل پر غور کرنا شروع کیا۔

جس جگہ یہ کاؤچ تھا

وہ دوسری منزل کی چھت کے عین سامنے اس سے ذرا نیچے تھا یعنی ہمارے سامنے دوسری منزل کی چھت کے نیچے وہ نکلتی تھی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ ڈیوڑھی کی چھت دو منزلوں سے اوپر تیسری منزل تک چلی گئی تھی۔ جب میں نے تفصیلی غور کرنا شروع کیا تو میری پہلی تفصیلی توجہ ڈیوڑھی کے اس حصہ پر پڑی جو دوسری منزل کی چھت کے اوپر نکلا ہوا تھا اور کافی غور کرنے کے بعد میں نے یہ دیکھا کہ تقریباً ۵۵ فٹ چوڑی ڈیوڑھی کے اوپر نہایت ہی خوبصورت رنگوں سے لکھا ہوا یہ الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میرے سامنے نمودار ہوا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا اسے دیکھ کر میرے اندر ایک عجیب روحانی کیفیت پیدا ہوئی۔ پھر میں نے اس حسین اور منور دیوار پر اور زیادہ تفصیلی غور کرنا شروع کیا۔ تو میں نے دیکھا کہ جو سبز رنگ کے تختے دیوار کے اوپر مجھے چار لائنوں میں نظر آتے ہیں۔ اور نظر کو وہ ایک پھول کٹہ سا معلوم ہوتا ہے وہ محض خوبصورتی کے لئے ہی نہیں بلکہ وہ اشعار ہیں اور وہ ساری دیوار کے اوپر سبز رنگ میں لکھے ہوئے ہیں۔ کہیں وہ شعر پورا قطعہ (مربع) بناتے ہیں اور کہیں ایک شعر (دو مصرعے) ایک مستطیل بنا رہے ہیں۔ اور ان کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ ساری دیوار کے اوپر سجایا گیا ہے۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ میرا سہرا ہے۔ اب مجھے خیال آتا ہے کہ مجھے ان لوگوں نے بتایا ہی نہیں تھا اور میری شادی کا انتظام کر دیا ہے اور میرا سہرا یہاں اس خوبصورتی کے ساتھ لکھ دیا ہے۔

پھر میں نے اس سجاوٹ پر اور غور کیا

تو میں نے یہ دیکھا کہ ساری دیوار کے اوپر وہ سارے پھول اور اشعار اور اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ جو نظر آتے تھے وہ مختلف میووں بادام اور پستہ وغیرہ سے بنائے گئے ہیں۔ اور ان کو اس طرح سجایا گیا ہے کہ تشکیل الفاظ کی نظر آ رہی ہے۔ اور ان کے نیچے سے روشنی چھن کر آ رہی ہے سوائے ہر دو برج کی دیواروں کے جن کی سجاوٹ کیلوں (ڈیکل) سے کی گئی تھی پھر میں نے ان اشعار میں سے ایک شعر پڑھا لیکن بیدار ہونے کے بعد وہ مجھے یاد نہیں رہا۔ پھر میں نے دائیں طرف دیکھا۔ وہ دو منزلہ کمرہ جو ایک ہی کمرہ دائیں بازو کا مجھے نظر آ رہا تھا۔ اور سجا ہوا تھا اس کی دوسری منزل اتنی بڑی تھی جتنی یہ ہماری چھت ہے۔ اس کی پوری دیوار پر ایک کم عمر لڑکی کی تصویر ہے اور جب میں نے اس کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ تو وہ میت ایک شبیہ نظر آئی۔ جس کے سر پہ دوپٹہ تھا۔ اور سر آگے جھکا ہوا تھا۔ جیسا کہ وہ کوئی مسلمان لڑکی ہو۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ نماز کی (قیام کی) حالت میں ہے یعنی اس نے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں پھر جب میں نے غور کیا۔ تو میں نے اس کے ہونٹوں کو ہلتے پایا۔ اور

میری طبیعت پر یہ اثر ہوا

کہ یہ سورۃ حمد پڑھ رہی ہے اور ہونٹ اس کے ہل رہے تھے۔ اس کے بعد وہ شخص جو ہمیں وہاں لے گیا تھا اس وقت ذہن میں نہیں تھا کہ وہ کون ہے اور نہ بعد میں ہی ذہن میں آیا۔ اس نے کہا آئیں۔ آپ کو عجائب گھر اس قلعہ کا دکھائیں۔ چنانچہ میں اور منصورہ بیگم اٹھے اور اس کے ساتھ گئے۔ وہ ہمیں بائیں طرف لے گیا۔ اس کمرے کی طرف جو سامنے کی دیوار کے پہلو میں دوسرے بازو کا ایک ہی کمرہ نظر آتا تھا۔ جب ہم اس کے اندر داخل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ دائیں طرف نوجوانوں کی پانچ تصویریں ہیں جو گتہ کاٹ کر بنائی گئی ہیں۔ اور ان کے قد ساڑھے پانچ فٹ یا چھ فٹ نہیں بلکہ وہ تصویریں بڑے سائز میں بنائی گئی ہیں۔ اور قریباً دس فٹ قد میں ان کے۔ یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ ان میں سے تین نوجوان مرد اور دو نوجوان لڑکیاں تھیں یا دو مرد اور تین نوجوان لڑکیاں تھیں لیکن وہ شکلیں کارڈ بورڈ کاٹ کے بنائی گئی ہیں۔ اور وہ پہلو بہ پہلو کھڑی کی ہوئی ہیں جس وقت ہم نے اس طرف منہ کیا تو ان کے ہونٹ ہلنے شروع ہوئے جس طرح وہ اپنا تعارف کرانا چاہتی ہیں اور اس شخص نے جو ہمیں لے گیا تھا کہا کہ یہ ہم میں سے وہ لوگ ہیں جو مر چکے ہیں۔ اس پر میں نے اس کو جواب دیا کہ تم میں سے جو لوگ مر چکے ہیں ان میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہ کہہ کر میں بائیں طرف گھوما اور اس عجائب گھر کی طرف چلا گیا جو وہ مجھے دکھانا چاہتا تھا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔

اس رؤیا کے بعد میری طبیعت میں بڑی بشاشت پیدا ہوئی

اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس سفر پر مجھے ضرور جانا چاہیئے اللہ تعالیٰ برکت کے سامان پیدا کر دے گا۔ یہ رؤیا اس قسم کی ہے کہ الفاظ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ اس وقت تک بھی میری روح اور میرا دماغ اور میرا دل اور میرا جسم اس کا سرور محسوس کر رہے ہیں۔ چونکہ یہ بڑی اہم رؤیا تھی اور انسان کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے میں نے اپنے گھر میں محترمہ ام متین صاحبہ کو۔ بڑی پھوپھی جان نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کو اور کراچی میں چھوٹی پھوپھی جان نواب امۃ الحفیظ صاحبہ کو اور بعض دوسرے عزیزوں کو یہ رؤیا سنا دی۔

پھر ہم یورپ کے سفر پر روانہ ہوئے۔ وہاں جس رنگ میں برکتوں کا نزول ہوا ہے اس کے بیان سے قلم قاصر ہے۔ لندن میں ہی مجھے

ایک احمدی بہن کی رؤیا

کا علم ہوا جو ان کے ایک عزیز نے مجھے لکھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا تعلق دراصل اس رؤیا سے ہے جس کو میں نے ابھی آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔ وہ دوست لکھتے ہیں (خواب دیکھنے والی ان کی ایک عزیزہ ہے) کہ پندرہ اور سولہ جولائی کی درمیانی شب بوقت چار بجے صبح خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا وسیع میدان ہے جو ایک بڑے شہر جتنی جگہ میں سمایا ہوا ہے۔ اور سبزہ زار ہے۔ اس میدان کے درمیان ایک گلدستہ پڑا ہوا ہے جس میں نہایت ہی خوبصورت پھول لگے ہوئے ہیں جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ گلدستہ ایک درخت کی شکل میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اور بالآخر ایک تن آور درخت بن کر اس تمام میدان پر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ اتنے میں ایک بزرگ رونما ہوتے ہیں جو سفید لباس میں ملبوس ہیں اور ان کا حلیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس تناور درخت کے نیچے پناہ نہیں لے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔ اس پر حمیدہ بیگم (خواب دیکھنے والی) نے پوچھا کہ یا حضرت کونسے درخت کے نیچے۔ گویا وہ گلدستہ جس نے ایک تناور درخت کی صورت اختیار کی وہ جس شخص کا ہے اس سے مراد اس خاکسار کا وجود ہی ہے۔ پھر اس کے بعد دیکھا کہ اس میدان کے کونہ میں ایک بہت بڑی دعوت کا انتظام ہو رہا ہے جس میں بہت عمدہ عمدہ کھانے بہت بڑی تعداد میں لگے ہوئے ہیں اور جس میں شمولیت کے لئے جماعت کے دوست جمع ہو رہے ہیں۔ اس میں دہی کے کونڈے بھی ہیں اور وہ سیاہی مائل کتے ان دہی کے کونڈوں کی طرف لپکتے ہیں جس پر حمیدہ نے نخی نخی کر کے ان کتوں کو ڈرانے کی کوشش کی تو ان بزرگ صاحب نے فرمایا نہ۔ آپ ان کو رہنے دیں یہ خود بخود بھٹ جائیں گے۔ اس پر آنکھ کھل گئی۔ تو گویا یہ خواب بھی میری رؤیا سے ملتی جلتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ

مومن کو رؤیا دکھائی جاتی ہے اور اس کے لئے دوسروں کو بھی رؤیا دکھائی جاتی ہے ویسے تو سینکڑوں کی تعداد میں دوستوں نے مبشر خوابیں دیکھیں لیکن میں نے ان میں سے آج کے خطبہ میں سنانے کے لئے صرف دو کا انتخاب کیا ہے۔

اب

ایک دوسری خواب

ہے جو ان واقعات کی طرف اشارہ کر رہی ہے جو وہاں ہونے تھے۔ یعنی اس سفر کے نتیجہ کے متعلق ہے جو کسی کے خیال میں بھی نہیں آ سکتا۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک دوست لکھتے ہیں کہ خاکسار نے ۲۳؍۲۴ کو خواب میں دیکھا کہ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم کے ہاتھ میں اسلام کی فتح کا جھنڈا ہے۔ اس کے نچلے حصہ میں (جو پکڑنے کی جگہ ہے) انگریزی ہندسوں میں 1½2 لکھا ہے اور آپ کو (یعنی مجھے) فرماتی ہیں کہ ان دوستوں کے نام شکریہ کی چٹھیاں لکھ دیں جنہوں نے فتح کے نزدیک لانے میں مدد دی ہے۔ غرض ہمارے سفر کا جو انجام ہے وہ اس رؤیا میں دکھایا گیا ہے اور وقت کی تعیین ۲۵ سال کی گئی ہے اور میں نے بھی یورپین اقوام کو یہی کہا تھا کہ تیس سال کے اندر اندر ایک عظیم روحانی انقلاب رونما ہونے والا ہے۔ گو یہ بات الفضل میں بھی غلط چھپ گئی ہے اور وہاں کے بعض اخباروں نے بھی میری اس بات کو غلط طور پر شائع کر دیا تھا۔ میں نے جو انہیں تنبیہ کی تھی اس میں جس زمانہ کی تعیین کی تھی وہ ۳۰ سال نہیں تھا یعنی میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جس عظیم تباہی کے متعلق میں کہہ رہا ہوں وہ تیس سال کے بعد آئے گی بلکہ میں نے یہ کہا تھا کہ پچیس تیس سال کے اندر اندر تم لوگ مجبور ہو جاؤ گے کہ اسلام کی طرف جھکو اور اُسے قبول کر و یا پھر تباہ کر دیئے جاؤ تمہارے لئے اب ان دو راستوں کے سوا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ یا تو تمہارے لئے تباہی کا راستہ ہے یا پھر اسلام کا صراطِ مستقیم ہے ان کے سوا اور کوئی تیسرا راستہ تمہارے لئے ممکن ہی نہیں ہے اور آگے اپنے وقت پر جا کر میں آپ کو بتاؤں گا کہ میں نے کس رنگ میں اور کس تمہید کے بعد کس وضاحت کے ساتھ اور کس زور کے ساتھ یہ باتیں اُن کے ذہن نشین کروائیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا فضل کیا کہ اخباروں نے ان باتوں کو لیا اور سارے ملک میں پھیلا دیا۔ براڈ کاسٹ ٹیلی ویژن پر بھی آگیا۔ اور یہ اپنی جگہ ایک علیحدہ مضمون ہے۔ جب میں اس حصہ میں داخل ہوں گا تو اس کے متعلق بتاؤں گا۔

بہرحال دوستوں نے سینکڑوں نہیں تو بیسیوں کی تعداد میں (یقیناً سو سے اوپر ہی ہیں) مبشر خوابیں دیکھیں جن میں سے بعض میں کچھ منذر حصے بھی ہیں جہاں تک مجھے یاد ہے میری اپنی خوابوں میں بھی

بعض منذر حصے تھے

لیکن بہرحال تمام خواب انجام بخیر بھی بتا رہے تھے۔ ہاں ان سے یہ ضرور ظاہر ہوتا تھا کہ واپسی پر کچھ تکلیف اور پریشانیاں بھی ہوں گی۔ چنانچہ کراچی میں میری ایک بچی رہتی ہے بعض کاموں کی وجہ سے وہ ایروڈرام پر نہیں آ سکی تھی جب دن ہم نے کراچی میں لینڈ کرنا تھا اس دن اس کی طبیعت بہت گھبرائی ہوئی تھی وہ بے چین تھی کہ جلدی آئیں اور ملیں۔ ایروڈرام والوں نے انہیں کہا کہ آج اتنی تیز بارش ہو رہی ہے کہ اگر یہی حالت رہی تو ہم ہوائی جہاز کو یہاں اترنے کی اجازت نہیں دیں گے بلکہ وہ سیدھا لاہور چلا جائے گا وہاں جن لوگوں کو اس بات کا پتہ لگا ان کو بھی پریشانی ہوئی بعض جہاز والوں نے ہمیں یہ اطلاع دی کہ بیلٹ کس لیں۔ دو ایک منٹ میں جہاز اترنے والا ہے۔ اس کے بعد بیس منٹ تک وہ جہاز اوپر اُڑتا رہا اور کراچی شہر بھی پیچھے رہ گیا۔ میرے اندازہ کے مطابق ہم بیس چالیس میل کے قریب کراچی سے آگے نکل گئے۔ پھر اس نے چکر لگایا اور واپس کراچی آکر وہ اُترا۔ یہ بھی ایک قسم کی پریشانی ہی تھی۔ پھر سامان وغیرہ کی وجہ سے کچھ پریشانی ہوئی۔ بہرحال انجام بخیر ہوا اور ہم خوش تھے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ پریشانیاں ٹل گئیں۔ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔ دعائیں بھی جماعت نے بہت کیں اور ہم کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت دعائیں کرنے کی توفیق دی۔ اور وہ بڑی قدرتوں والی ہستی ہے جب وہ اس قسم کی چیز انسان کے علم میں لاتا ہے تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ دعائیں کرو میری قدرت کو اپیل کرو اور عرش تک اپنے نالوں کو پہنچاؤ۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا۔

جس وقت ہم یورپ گئے

اس وقت ہمارا یہ راستہ تھا۔ پہلے فرینکفورٹ پھر زیورک پھر ہیگ پھر ہمبرگ۔ پھر کوپن ہیگن اور لنڈن اور گلاسکو۔ زیورک میں ایک دن صبح میری آنکھ کھلی تو میری زبان پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام تھا۔

مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَّ كُلُّ اَمْرٍ مُّبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ

یہ الہام اخبار الفضل میں چھپ چکا ہے اس سے دوسرے دن تین بجے کے قریب میری آنکھ کھلی اور میری زبان پر قرآن کریم کی ایک آیت تھی اور ساتھ ہی مجھے اس کی ایک ایسی تعبیر بھی بتائی گئی جو بظاہر انسان ان الفاظ سے نہیں نکال سکتا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ تعبیر مجھے اللہ تعالیٰ نے ہی سکھلائی تھی۔ میں خوش بھی ہوا لیکن مجھے حیرت بھی ہوئی کہ بعض وقت کیا کیا تعبیریں نکل آتی ہیں۔ اگر میرے ذہن پر چھوڑا جاتا یا آپ میں سے کوئی ماہر تعبیر بتانے والا بھی ہوتا تو اس کی وہ تعبیر نہ کرتا جو اس وقت میرے ذہن میں آئی۔ اور ابھی اس خواب کو دیکھے چار پانچ گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ وہ پوری ہوگئی چونکہ طبیعت پر اثر تھا کہ یہ خواب جلد پوری ہونے والی ہے اس لئے جس وقت منصورہ بیگم کی آنکھ کھلی میں نے انہیں بتا دیا کہ میری زبان پر یہ آیت جاری ہوئی ہے اور مجھے اس کی یہ تعبیر بتائی گئی ہے اس کو یاد رکھو۔ پھر چار پانچ گھنٹوں کے بعد ہمیں پتہ لگ گیا کہ اس تعبیر کے لحاظ سے

وہ خواب پوری ہوگئی

جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے دلی اطمینان کے لئے اس کی ضرورت ہے باقی ایمان تو مجھے ہے۔ اسی طرح ہمیں ایمان تو تھا لیکن دلی اطمینان کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوسرے ہی روز ایک ایسی بات بتا دی کہ جو چند گھنٹوں میں پوری ہونے والی تھی اور شاید اس وقت دنیا کے اس حصہ میں پوری ہو رہی تھی جس کے متعلق وہ خبر دی گئی تھی۔ اس طرح وہ میرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی تقویتِ ایمان اور تسکینِ قلب کا موجب ہوئی۔ وہ خواب کیا تھی اور وہ تعبیر کیا تھی جو مجھے بتائی گئی۔ وہ ایک خاص مصلحت کے ماتحت میں اس وقت نہیں بتا رہا۔ ویسے وہاں اور یہاں بھی میں نے بعض دوستوں کو وہ خواب اور تعبیر بتا دی ہے۔

اسی طرح کوپن ہیگن میں صبح نماز سے پہلے جاگتے ہوئے دکھ آنکھیں میری بند تھیں میں نے ایک نظارہ دیکھا۔ وہ نظارہ اپنی ذات میں غیر معمولی نہیں لیکن اس کا جو اثر تھا وہ بڑا عجیب اور غیر معمولی تھا۔ کہ دل و دماغ اور جسم کے روئیں روئیں سے سرور اور حمد کے چشمے پھوٹنے لگ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھ کر جو کیفیت ایک مومن کی ہوتی ہے (وہ عجیب رنگ میں کچھ جذباتی بھی ہوتی ہے اور کچھ مجذوبانہ بھی۔ وہاں عقل کو کوئی دخل نہیں ہوتا محبت اور پیار کو دخل ہوتا ہے) پیدا ہوگئی۔ نظارہ تو میں نے صرف یہ دیکھا کہ میں ایک مسجد میں ہوں اور محراب سے تین صفیں پیچھے کھڑا ہوں یعنی تیسری صف میں اور گویا میں انتظار کر رہا ہوں کہ نمازی آئیں تو میں نماز پڑھاؤں میں نے دیکھا کہ دائیں طرف سے دیوار کے ساتھ ساتھ ایک دوست جن کا نام عبدالرحمٰن ہے مسجد میں داخل ہوئے ہیں چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کرتے ہی سیدھے چلے آرہے ہیں اور دیوار کے ساتھ ساتھ پہلی صف کی طرف خراماں خراماں چل رہے ہیں (پہلی صف میں اس وقت صرف دو تین آدمی ہیں) میرے سامنے ان کا چہرہ کا بایاں حصہ آیا ہے اور عجیب بشاشت اور مسکراہٹ ان کے چہرہ پر پھیل رہی ہے اور اس کو دیکھ کر میرے دل میں بھی عجیب سرور پیدا ہوا۔ میرے پیچھے ایک شخص کھڑا ہے جس کا نام بشیر ہے۔ لیکن میں نے اُسے نہیں دیکھا۔ میں نے یہ خواب اس وقت کسی کو بتائی نہیں تھی۔ لیکن اس روز مبلغین کی کانفرنس تھی شام کو چار بجے کے قریب تبادلہ خیالات اور رپورٹوں کے بعد بعض تجاویز زیر غور آئیں۔ آخر میں میں نے کچھ نصائح کرنی تھیں۔ اس وقت میں نے انہیں بتایا کہ آج صبح میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے پیار کا یہ سلوک کیا ہے اور

سرور کی یہ روحانی کیفیت

میرے اندر اب بھی موجود ہے۔ اس پر چوہدری مشتاق احمد صاحب باجوہ کہنے لگے کہ میں نے اور بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے گیارہ بجے یہ باتیں کی تھیں کہ کوئی بات ضرور ہے حضور رہ نہیں بور ہوا کرتے تھے۔ تو گویا اس وقت وہ بھی ایک روحانی کیفیت محسوس کر رہے تھے اور میں اُس وقت بھی سرور محسوس کر رہا تھا۔ گیارہ بجے کے قریب پندرہ منٹ کے لئے ہم نے کانفرنس کو بند کر دیا تھا کہ مبلغین ایک ایک پیالی چائے پی لیں کیونکہ وہاں لوگوں کو اس وقت ایک پیالی چائے پینے کی عادت ہے اور بشیر احمد آرچرڈ انگریز ہیں اور سکاٹ لینڈ میں ہمارے مبلغ ہیں۔

پس رحمان کی رحمانیت نے اپنی بشارت دی اور کوپن ہیگن میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضل کے پیارے نظارے دیکھے اور

اور لوگوں میں اس قدر رجوع تھا

کہ وہاں بڑی تعداد میں آ رہے تھے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں کو کچھ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے اور فرشتے ان کو دھکے دے کر لا رہے ہیں۔ مثلاً عیسائی بچے جو دس سال اور پندرہ سولہ سال کے درمیان عمر کے تھے مسجد میں آ جاتے تھے اور ہمارے ساتھ نماز میں شریک ہوتے تھے ان کی تعداد کوئی چالیس پچاس ہوگی جو مختلف وقتوں میں آتے تھے۔ بقیہ دیکھئے صفحہ

فرائض میں ہی شامل نہیں ہوسکتے تھے کہ ہم سمجھیں کہ وہ مجبور سمجھ کر ایسا کرتے تھے بلکہ مغرب و عشاء کی نمازیں جمع ہوتی تھیں اور بعد میں ہم وتر ادا کرتے تھے تو دس دس بارہ بارہ سال کی بعض لڑکیاں ہماری احمدی مستورات کے ساتھ وتر بھی پڑھ کے جایا کرتی تھیں۔ ایک دن ہم میں سے کسی نے انہیں کہا کہ تمہارے ماں باپ کو پتہ لگ گیا تو وہ تمہیں ماریں گے تو وہ کہنے لگیں نہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ ہم یہاں آتی ہیں۔ غرض صبح سے لے کر شام تک ایک تانتا سا بندھا رہتا تھا۔ لوگ آ رہے ہیں مسجد دیکھنے کے لئے اور واپس جا رہے ہیں۔ ایک دن چوہدری محمد علی صاحب کی آنکھ رات کے ڈیڑھ بجے کھلی اور وہ اپنے کمرہ سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص مسجد کی تصویر لے رہے۔ رات ڈیڑھ بجے وہ مسجد کی تصویر لے رہا تھا۔ پھر آجکل ڈنمارک میں باہر کے سیاح بہت بڑی تعداد میں آئے ہوئے تھے۔ یہی موسم ہے سیر کا۔ وہاں سال میں صرف ایک دو ماہ ایسے ہوتے ہیں جن میں لوگ سیاحت کے لئے نکلتے ہیں پھر موسم خراب ہو جاتا ہے جھکڑ اور سرد ہوائیں چلتی ہیں۔ سیر و سیاحت کے ان مہینوں میں وہاں بعض کارخانے بند ہو جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ بعض کو چھٹی دیدی اور بعض کو نہ دی بلکہ کچھ عرصہ کے لئے کارخانہ ہی بند کر دیا جاتا ہے۔ اور ملازموں سے کہا جاتا ہے کہ جاؤ سیر کرو ہماری طرف سے تمہیں چھٹی ہے۔ اور چونکہ ان ملکوں میں سیر و سیاحت کا زمانہ زیادہ لمبا نہیں ہوتا۔ اس لئے لوگ ان دنوں میں بڑی کثرت سے سیر و سیاحت کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ غرض جو لوگ سیاحت کی غرض سے وہاں آئے ہوئے تھے وہ بھی

بڑی کثرت سے مسجد دیکھنے آئے

جہاں تک مشن ہاؤس ہے یعنی مبلغ کے رہنے کا گھر ہے اس کے دروازے اور مسجد کے دروازے میں بیس چالیس فٹ کا فاصلہ ہے دراصل ایک بلڈنگ بنانے کے لئے نقشہ دیا گیا ہے لیکن ابھی اس پر کمیٹی وغیرہ کی طرف سے اجازت نہیں ملی۔ اس وقت وہ جگہ ایک صحن کی شکل میں ہے۔ جمعہ کے روز افتتاح کے وقت لوگ اتنی کثرت سے آئے کہ جب میں گھر سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ لوگ کثرت سے آئے ہوئے ہیں اور کندھا سے کندھا ملا ہوا ہے اور میں مسجد کے دروازہ تک نہیں پہنچ سکتا تھا جب تین چار رضاکار میرے ساتھ [illegible] بڑی مشکل سے رستہ بنایا تب مسجد میں پہنچا۔ آنے والوں میں

بڑے لوگ بھی تھے جن کی طرف اُس وقت ہماری توجہ بھی نہ ہوئی خود بھی وہ افتتاح کی تقریب میں شامل ہوئے اور پھر واپس چلے گئے۔

ان لوگوں میں ہمارے

علاقہ کا لارڈ میئر

بھی تھا جو بڑا شریف انسان ہے اور جماعت کے دوستوں کے ساتھ تعلق بھی رکھتا ہے ہمارے ملک میں تو رواج نہیں وہاں یہ رواج ہے کہ اگر کوئی [illegible] جس کو وہ بڑا سمجھیں ان کے ملک میں آ جائے تو وہ اُسے ریسیو کرتے ہیں Reception دیتے ہیں اور یہ ایک نارمل سی چیز ہے پندرہ منٹ کے قریب عرصہ کے لئے یہ تقریب منائی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ہم اس شخص کو اپنے میں شامل کر رہے ہیں۔ اور یہ اس شخص کے لئے احترام اور عزت کا ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔ چنانچہ افتتاح سے دوسرے روز انہوں نے میرے اعزاز میں ری سپشن دی تو وہاں انہوں نے مجھے بتایا کہ میں افتتاح کے موقعہ پر موجود تھا مگر ہم میں سے کسی نے بھی انہیں پہچانا نہیں تھا چنانچہ معذرت کی گئی کہ لوگ چونکہ بڑی تعداد میں جمع تھے اس لئے ہم نے آپ کو دیکھا نہیں۔

افتتاح کے روز قریباً سو سوا سو آدمیوں کے لئے کھانا کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔ چائے اور پیسٹری کا انتظام تھا لیکن یہ کھانا ان لوگوں کو بھی کھلایا گیا جو اس موقع پر بلائے نہیں گئے تھے ہمارے آدمی باہر جاتے اور بعض لوگوں کو پکڑ کر اندر لے آتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ گویا خدا تعالیٰ نے ایسی برکت دی کہ وہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ کوئی تین سو کے قریب آدمیوں نے کھانا کھایا۔ ہمارے مقامی احمدی دوست بڑے حیران تھے کہ چھوٹے پیمانہ پر انتظام تھا جو ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر کے کھانے کو بھلا کون ختم کر سکتا ہے

وہاں کے پریس نے پہلے اسلام کے خلاف بعض غلط باتیں شائع کر دیں لیکن بعد میں خود ہی ان باتوں کی تردید بھی کر دی۔ السٹریٹڈ ویکلی اور دوسرے کئی

اخباروں نے ایک ایک صفحہ مسجد کے افتتاح کے لئے دیا

جو ان ملکوں کے لئے تو کیا دوسرے ملکوں کے لئے بھی ممکن نہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر رنگ میں ایسی خوشی کے سامان کر دیئے جن میں مجھے [illegible] رنگ دکھایا گیا تھا اور ابھی اس

کے بہت سارے حصے باقی ہیں جب میں ان تک پہنچوں گا تو ان کے متعلق کسی قدر تفصیل سے بیان کروں گا۔

میں آج خطبہ لمبا کرنا چاہتا ہوں۔ نمازیں جمعہ و عصر جمع کراؤں گا۔ آج شام تک اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو دوستوں کے لئے پروگرام بنایا ہوا ہے۔ سوائے اس کے کہ آپ تھک جائیں۔ اگر آپ تھک جائیں تو مجھے بتا دیں۔

پھر ڈاک میں روزانہ کوئی نہ کوئی خط ایسا ہوتا جس میں کوئی مبشر خواب ہوتی اور ہم اسے پڑھ کر بڑا خوش ہوتا۔ کیونکہ اعتراض والی خوابیں [illegible] نتیجے ہم نے نکالے تھے انہیں پورا ہوتے دیکھتا۔ بشارتیں مل رہی تھیں اور ان کا اعلان ہو رہا تھا اور ہم اس بات سے خوش ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے سرور کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔ اگر کوئی دماغ اعتراض کرتا ہے تو ہمیں اس سے کیا۔ ہمیں ایسے دماغ پر رحم آتا ہے غصہ نہیں آتا کیونکہ وہ قابل رحم ہوتا ہے۔ ایک طرف اللہ اپنی بشارتوں کی بارش برسا رہا ہے اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہے جس کے دماغ کو اعتراض سوجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انسانی وساوس سے ہر ایک کو ہی محفوظ رکھے۔ غرض ہر بات میں ہمیں سرور مل رہا تھا۔ اور ہم خوش ہو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے لئے سرور کے سامان کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بڑی وضاحت سے یہ فرمایا ہے کہ سچی اور جھوٹی خواب میں ایک فرق ہے۔ جھوٹا خواب جو انسان کا نفس بنائے یا وہ شیطان کا القاء ہو اس کے پیچھے طاقت نہیں ہوتی ایسا خواب پورا نہیں ہوتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا انسان احاطہ نہیں کر سکتا۔

خدا تعالیٰ جو بشارتیں دیتا ہے

انہیں پورا کرنے کیلئے بھی وہ سامان پیدا کرتا ہے ان کو پورا کرنے کی ذمہ داری خدا تعالیٰ پر ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس ذمہ داری کو اٹھا رہا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں بشارت دے رہا ہوں اور میں اس کو پورا بھی کروں گا۔ انسانی غفلت کے نتیجہ میں کوئی شخص ان بشارتوں سے محروم رہ جائے تو یہ اس کی بدبختی ہے ورنہ خدا تعالیٰ کی کوئی بشارت ایسی نہیں ہوتی جو پوری نہ ہو۔ غرض خدا تعالیٰ اپنی بشارتوں کو بہرحال پورا کرتا ہے۔ اگر کوئی ابتلاء آ جائے اور کوئی حصہ قوم کا ان سے محروم رہ جائے تو یہ اور بات ہے میں نے بتایا ہے کہ بشارتیں مل رہی تھیں اور ہمارے لئے خوشی کے سامان ہو رہے تھے۔ اب میں ان سامانوں کو گنتا ہوں جو

اس سفر کے دوران اللہ تعالیٰ نے ہمارے مختلف رنگوں میں کئے۔

میرے دورے کی دو اغراض تھیں

ایک اپنے بھائیوں بہنوں اور بچوں بچیوں کو ملنا۔ ان سے واقفیت حاصل کرنا اور معلوم کرنا کہ کس قوم میں کس قسم کی کمزوری ہے تاکہ کسی نہ کسی رنگ میں تربیت کر کے ان کمزوریوں کو دور کریں۔ ان کے لئے خاص طور پر دعائیں کرنے کا بھی موقعہ ملتا تھا اور باہمی مشورہ اور تبادلہ خیالات کے بعد زیادہ اچھا پروگرام بھی بنایا جا سکتا تھا اور دوسری غرض میرے اس سفر کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں بڑے زور کے ساتھ یہ ڈالا تھا کہ ان قوموں کی تباہی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس لئے ان پر اتمام حجت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ پریس کانفرنس میں میں ان کو یہی کہتا تھا کہ جو بات میں آپ کو آج بتانے والا ہوں اس وقت آپ اس کو ان ہونی خیال کریں گے اور مجھے پاگل سمجھو گے لیکن اگر تم نے اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع نہ کیا تو یہ تباہی تم پر ضرور آئے گی۔ پھر جو آپ میں سے بچیں گے وہ میرے گواہ ہوں گے وہ اس بات کی گواہی دیں گے کہ آج میں تمہارے ساتھ سچی باتیں کر رہا ہوں۔ پس یہ دو اغراض تھیں جن کے لئے یہ سفر کیا گیا تھا۔

اب میں پہلے پریس کو لیتا ہوں جیسے اخباروں کے ایڈیٹر آزاد ہوتے ہیں کہ جو مرضی ہو لکھ دیں اور غلط بات کی تردید بھی شائع نہ کریں اسی طرح پریس بھی آزاد ہوتا ہے وہ بھی [illegible] کا ایک [illegible] ہوتا ہے۔ جو بیان وہ چاہیں لکھ دیں۔ ایک بات میں نہ کہوں اور وہ میری طرف منسوب کر دیں تو انہیں کون پوچھ سکتا ہے یا میں ایک بات کہوں تو وہ آدھی شائع کریں اور آدھی شائع نہ کریں۔ وہ اس بات کا وعدہ دیں کہ اگر اس کا دوسرا حصہ لوگوں کے سامنے نہ آئے۔ تو بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہو جائیں تو انہیں کون روک سکتا ہے۔ اس لئے ہمارے مبلغ پریس کانفرنس سے خائف تھے خصوصاً اس لئے بھی کہ آجکل

یورپ میں اسلام کے خلاف تعصب

اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے۔ آپ اس تعصب کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ مجھے ذاتی مشاہدہ سے یہ علم حاصل ہوا ہے کہ وہ قومیں جو اب تک یہ ظاہر کرتی رہی ہیں کہ ہم میں بڑی رواداری پائی جاتی ہے ہم میں بڑی [illegible] ہے۔ دراصل ان کے اندر اسلام کے خلاف بڑا تعصب پایا جاتا ہے۔ اور کبھی اللہ تعالیٰ

ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ وہ تعصب
ننگا ہو کر نمایاں ہو جاتا ہے اور وہ اُسے چھپا
نہیں سکتے۔ آج کل سارا یورپ (انگلستان
سمیت) اس قسم کے تعصب کے مرض میں مبتلا
ہے۔ یہاں تک کہ پچھلے دو چار مہینوں میں
بعض عرب باشندوں پر چاقو اور چھری
سے حملے بھی کئے گئے۔ یہ یورپین ملکوں کے
لئے بالکل نئی بات ہے۔ غرض ان کے اندر
اسلام کے تعصب کو بھڑکایا گیا ہے۔ ہمارے
اپنے مبلغ پریس کانفرنس سے اتنے خائف
تھے کہ آپ ان کے خوف کا اندازہ بھی نہیں
لگا سکتے اور مجھے کہا۔ میں نے کہا تم کیوں ڈرتے
ہو۔ تم تسلی رکھو سوال مجھ سے ہوتا ہے
اور جواب بھی میں نے دینا ہے۔ میں انہیں
خود ہی سنبھال لوں گا۔ اور میں نے انہیں
کیا سنبھالنا تھا۔ میں اللہ تعالیٰ سے صرف
دعا ہی کر سکتا تھا۔ اور میں دعائیں کرتا تھا
چنانچہ کسی جگہ بھی پریس کے کسی نمائندہ نے
ادب احترام کو نہیں چھوڑا۔ میرا ان پر کیا
حق تھا۔ مجھے وہ کیا جانتے تھے میرے
عاجزی اور تواضع کے مقام کو تو میرا رب
ہی جانتا تھا۔ غرض

میرے رب نے ایسا انتظام کر دیا تھا

کہ اس ناچیز اور لاشئ محض سے سب
ادب و احترام کے ساتھ
پیش آئے۔ میرے سامنے کسی نے شوخی
نہیں دکھلائی۔ کسی نے میری طرف غلط
بات منسوب نہیں کی۔ کسی نے میری آدھی
بات رپورٹ نہیں کی۔ جب میری بات
رپورٹ کی ہے تو پوری کی ہے اور یہ
عام نقشہ ہے سارے ہی پریس رپورٹ کا
اور نقشہ ہے اللہ تعالیٰ کے بہت بڑے
فضل کا آئینہ دار ہے۔

سب سے پہلے ہم فرینکفورٹ پہنچے تھے
وہاں ہمارا سب سے کم قیام تھا یعنی
صرف ایک دن۔ گو ہم وہاں دو راتیں سوئے
لیکن دن ایک ہی ٹھہرے۔ ہفتہ کی شام
کو مغرب کے قریب وہاں پہنچے اور پیر کی
صبح کو ہم زیورک کے لئے روانہ ہو گئے
ہمیں کچھ پروگرام بدلنا پڑا۔ پہلے زیورک
کا پروگرام تھا۔ پھر بعض حالات کی وجہ
سے ہم نے وہ جہاز لیا جو ماسکو کے راستے
جاتا تھا۔ جہاز تو وہ بھی پی۔ آئی۔ اے کا تھا
لیکن اس کے ذریعہ جانے میں پہلے
فرینکفورٹ آتا تھا۔ پہلا جہاز بھی پی
آئی۔ اے کا تھا۔ لیکن اس پر جانے میں
پہلے زیورک آتا تھا۔ پہلے انہوں نے
ہفتہ کی شام کو ریسیپشن
(RECEPTION) رکھ دی تھی۔ دعوت
نامے بھجوائے جا چکے تھے۔ ان ملکوں میں
یہ بڑی مشکل ہے کہ ایک آدمی کو مثلاً ہفتہ
کے لئے دعوت نامہ ملے اور عین وقت پر اسے
کہا جائے کہ تم ہفتہ کی بجائے اتوار کو آؤ۔ اس
طرح ان کا کسی دعوت میں آنا بہت مشکل
ہے لیکن بعض حالات ہی ایسے پیش آ گئے
تھے کہ ہمیں وہ پروگرام بدلنا پڑا۔ اور
ریسیپشن (RECEPTION) ہفتہ کی
بجائے اتوار کو رکھی گئی۔ اور میرا خیال تھا
کہ یہاں اخبار والوں نے ہمارا کوئی نوٹس
نہیں لینا۔ اخباروں میں ہمارے متعلق کوئی
خبر نہیں آئے گی۔ اور

پریس کانفرنس

بھی کوئی نہیں تھی۔ صرف ایک ریسپشن تھا
جس میں پریس کے نمائندے بھی مدعو تھے
اور ان کے علاوہ کوئی پادری تھا کوئی سکالر
تھا۔ کوئی ہائی کورٹ کا جج تھا۔ غرض اس قسم
کے بیس پچیس آدمی تھے جو مدعو تھے۔ مختصر
سی پارٹی تھی۔ اس موقع پر کچھ باتیں ہوئیں مختصر
سی تقریر ہوئی جس کا جرمن میں ترجمہ ہوا
بہرحال الفضل میں وہ تقریر چھپی ہے۔ بڑی
مختصر سی وہ تقریر تھی لیکن اس قسم کی تقریر
کو بھی وہاں اڑھائی گنے وقت لگ جاتا ہے
(میں نے وہاں انگریزی اور اردو دونوں
زبانیں استعمال کی ہیں) پہلے میں ایک فقرہ
کہتا پھر ترجمہ کرنے والا اس کا جرمن میں ترجمہ
کرتا پھر میں اگلا فقرہ کہتا۔ اگر تقریر لکھی ہوئی
نہ ہو تو بڑی مشکل پیش آتی ہے میرا مضمون
لکھا ہوا تھا لیکن بعض جگہ میں نے بغیر لکھے
بھی تقریر کی ہے بہرحال اگر تقریر لکھی ہوئی
نہ ہو تو بڑی مشکل پیش آتی ہے یعنی ایک
فقرہ کے بعد انتظار کرنا اور پھر اس کا
اگلے فقرے کے ساتھ جوڑ لگانا اور یہ بھی
دیکھنا کہ ترجمہ صحیح ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ
مجھے سمجھ دے دیتا تھا۔ گو میں جرمن نہیں
جانتا تھا لیکن مجھے اس بات کا پتہ لگ جاتا
تھا کہ ترجمہ کرنے والے نے فلاں حصہ کا
ترجمہ نہیں کیا۔ اور میں کہہ دیتا تھا کہ تم فلاں
حصہ کا ترجمہ چھوڑ گئے ہو تم اس کا ترجمہ کرو
اس سے وہ لوگ سمجھتے تھے کہ میں بڑی اچھی
زبان جانتا ہوں لیکن یہ بات نہیں تھی
اللہ تعالیٰ ہی مدد کر دیتا تھا۔ ویسے میں
تھوڑی سی جرمن زبان جانتا بھی ہوں۔
بہرحال وہاں تقریر میں بہت دیر لگتی ہے
وہاں ہمارے ایک بڑے ہی مخلص نوجوان
محمود اسمٰعیل منڈ دشش ہیں وہ میری تقریر کا
جرمن میں ترجمہ کرتے تھے۔ جب میں وہاں
کے احمدیوں کے حالات بتاؤں گا تو بتاؤں
گا کہ وہاں اللہ تعالیٰ نے کیسی قسم کی جماعت
تیار کر رہا ہے۔ اور اس جماعت سے مل
کر

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نہایت خوشی کے سامان پیدا کئے

اور آپ کے لئے بھی یہ بات غور طلب ہے
کہ وہ اب آپ کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو گئے
ہیں۔ اب یا تو آپ آگے نکلیں گے یا پھر
وہ آگے نکل جائیں گے۔ اور خدا تعالیٰ کسی
کسی کا رشتہ دار نہیں اگر وہ آگے نکل گئے تو
پھر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ میں انتظام
دے دے گا کیونکہ وہ جس کو اہل دیکھتا ہے اس
کو خدمت کا موقع دے دیتا ہے۔ غرض وہاں
ایک مختصر سی ریسیپشن ہوئی اور اگلے دن
ہم نے دیکھا کہ وہاں کے بڑے اخبار نے رپورٹ
شائع کی ہوئی ہے۔ بڑے اچھے نوٹ دیئے
تھے اور تصویریں بھی دی تھیں۔ مجھے قطعاً
امید نہیں تھی کہ کوئی ایک اخبار بھی تصویر
کے ساتھ خبر شائع کرے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ
کا فضل ہوا کہ وہاں بھی ہمارے متعلق خبریں
شائع ہو گئیں۔ اور اسلام کا پیغام قریباً
ہر شخص کے کان تک پہنچ گیا۔

یہاں میں ایک اور واقعہ بیان کرنا
چاہتا ہوں۔ وہاں سے یہ مطالبہ آ رہا تھا
کہ آپ پہلے مضمون لکھیں اور ہمیں بھیج دیں۔
ہم اس کا ترجمہ کر لیں گے۔ میں بڑا مصروف آدمی
ہوں۔ میرے لئے مضمون لکھنا بھی بڑا
مشکل تھا اور پھر وقت پر مضمون لکھنا تو اور
بھی مشکل تھا۔ لیکن جب مجھ پر زیادہ دباؤ پڑا
تو میں نے لکھنا شروع کر دیا۔ پہلا مضمون
میں نے فرینکفورٹ کے لئے لکھا لیکن
مجھے اپنا لکھا ہوا مضمون بھی پسند نہ آیا۔
میں نے اسے ایک طرف رکھ دیا۔ پھر میں نے
ایک دوست کو کہا کہ میں ڈکٹیٹ کرتا ہوں
تم لکھتے جاؤ۔ چنانچہ میں نے ایک مضمون
ڈکٹیٹ کروایا۔ لیکن مجھے وہ بھی پسند نہ آیا
میں نے اسے بھی چھوڑ دیا۔ یہ مضامین تو میں
نے کوشش کر کے لکھے تھے۔ لیکن دوسری صبح
کو میں بیٹھا تو آمد شروع ہو گئی۔ فقرہ پر فقرہ
آتا چلا گیا۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ پندرہ
منٹ کا مضمون بنتا وہ [illegible] منٹ کا مضمون
بن گیا۔ اس میں بڑا زور تھا۔ دلائل تھے اور
وہ بڑا اثر رکھنے والا تھا۔ غرض اللہ تعالیٰ
کے فضل سے

بڑی اچھی تقریر تیار ہو گئی

یہاں میں نے اس کا ترجمہ کروایا۔ جب چیک
تو پتہ لگا کہ یہ مضمون لمبا ہے۔ میں نے کہا
اس کو چھوٹا کر دو۔ لیکن مجھے کہا گیا کہ یہ چھوٹا
نہیں ہو سکتا۔ اگر اسے چھوٹا کیا گیا تو اس کا
زور ختم ہو جائے گا۔ میں نے کہا اچھا رہنے
دو۔ وہاں جا کے دیکھیں گے کیا ہوتا ہے
وہاں جا کے وہ مضمون جب مبلغین کو دکھایا تو
وہ کہنے لگے کہ ان ملکوں کے حالات
ایسے ہیں کہ ان میں یہ مضمون نہیں پڑھا جانا
چاہیئے۔ کیونکہ یہ بڑا تیز ہے۔ میں نے کہا ٹھیک
ہے چنانچہ میں نے اسے رکھ لیا اور کہا اللہ
تعالیٰ نے جو سمجھایا گا وہ کہتے چلے جائیں گے۔
زیورک پہنچے تو وہاں پہلی پریس کانفرنس
ہوئی۔ وہاں ایک اخبار بہت پایہ کا ہے
اس کے متعلق ہمارے مبلغ چوہدری مشتاق احمد
صاحب باجوہ کی رپورٹ ہے کہ یہ ہمیشہ
اسلام کے خلاف لکھتا ہے لیکن جب میں
اس کی تردید کرتا ہوں تو یہ اسے شائع نہیں
کرتا۔ ہمارے خلاف لکھتا چلا جاتا ہے لیکن
تردید کا ایک لفظ بھی شائع نہیں کرتا۔
اور پتہ نہیں کہ اس کا نمائندہ پریس کانفرنس
میں آتا ہے یا نہیں۔ پہلی کانفرنس تھی۔ اور
وہ بڑے ڈرے ہوئے تھے کہ پتہ نہیں
پریس والے کیا کرتے ہیں۔ وہ میری وجہ سے
بھی زیادہ ڈرے ہوئے تھے اور وہ سمجھتے
تھے کہ اگر انہوں نے کوئی نامناسب بات
کہہ دی تو ہمیں غصہ آ جائے گا۔ اور ہمیں تکلیف
ہو گی۔ غرض میری محبت اور پیار کی وجہ
سے بھی انہیں خوف تھا یہ بھی ڈر تھا کہ ہمارا
مشن کو کامیابی ہوتی ہے یا نہیں۔ لیکن ہوا
یہ کہ

سب اخباروں کے نمائندے آئے

اور نہایت آرام کے ساتھ سوا گھنٹہ کے
قریب پریس کانفرنس جاری رہی۔ وہ لوگ
سوال کرتے رہے اور میں ان کو جواب دیتا
رہا۔ بعض دفعہ وہ سیاسی سوال بھی کر دیتے
تھے۔ اور میں انہیں کہہ دیتا تھا کہ میں سیاسی
آدمی نہیں ہوں آپ مجھ سے مذہب کی باتیں
کریں۔ اس اخبار کا نمائندہ جو اسلام کے
خلاف لکھتا رہتا تھا۔ اور اس کے حق میں
اس نے کبھی کوئی لفظ نہیں لکھا تھا ایک
نوجوان تھا۔ اس کو مجھ سے دلچسپی پیدا ہو گئی
اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے اس کے دل
کی تاروں کو ہلا دیا۔ پریس کانفرنس ختم ہو گئی
لیکن وہ نوجوان اس کے بعد بھی پندرہ منٹ
کے قریب مجھ سے باتیں کرتا رہا۔ آخر اس
نے کہا میں آپ سے ایک آخری سوال پوچھنا
چاہتا ہوں آپ مجھے بتائیں کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ
کے بانی کی بعثت کا کیا مقصد ہے۔ [illegible]
دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے خوشی کے
سامان پیدا کر رہا ہے۔ اس کی بعثت [illegible]
[illegible] ہم نے دیکھیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں [illegible]

ان کی رحمت کا ہاتھ نظر آتا تھا۔ جب اس نوجوان نے سوال کیا تو اسی وقت اس کا جواب بھی میرے ذہن میں آگیا۔ میں نے اس سے کہا میں آپ کی بعثت کا مقصد تمہیں اپنے الفاظ میں کیوں بتاؤں میں بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے الفاظ میں ہی تمہیں بتاتا ہوں کہ ان کی

بعثت کا مقصد

کیا تھا۔ آپ نے لکھا ہے کہ میں دلائل کے ساتھ اس صلیب کو توڑنے کے لئے آیا ہوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا اور اس کے جسم کو زخمی کیا۔ وہ نوجوان اچھل پڑا۔ اور کہنے لگا کہ مجھے حوالہ چاہیئے۔ اب وہ شخص تو احمدی نہیں تھا۔ اسے کیا غرض تھی کہ وہ اس حوالہ کو شائع کرتا۔ لیکن اس نے کہا مجھے اصل حوالہ چاہیئے۔ اب دیکھو خدائے علام الغیوب کو پتہ تھا کہ اس حوالہ کا مطالبہ ہونا ہے۔ میں نے یہاں مضمون لکھنے شروع کئے تو میں نے بعض حوالے نکلوائے تھے بعد میں میں نے مضمون تو تیار نہ کئے اور نہ میں تیار کر سکا کیونکہ میری طبیعت میں اتفاقاً نقص پیدا ہو گیا تھا۔ لیکن میں نے چوہدری محمد علی صاحب سے کہا یہ حوالے ساتھ رکھ لیں شاید وہاں کام آئیں۔ ان حوالوں میں وہ حوالہ بھی تھا اور پھر وہ اردو میں بھی نہیں تھا بلکہ اس کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہوا تھا۔ میں نے وہ حوالہ منگوایا اور اس نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور کہا یہ ہے حوالہ۔ اس نے پڑھا تو کہا میں نے اسے نقل کرنا ہے۔ میں بڑی خوشی سے نقل کرو۔ اور اگلے دن اس اخبار میں جس میں اسلام کے حق میں کبھی ایک لفظ بھی نہیں چھپا تھا ایک لمبا نوٹ چھپا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ ساری عبارت بھی نقل کر دی گئی۔ اس نے لکھا کہ آپ کا دعویٰ تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ میں اس غرض کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں کہ اس صلیب کو دلائل کے ساتھ توڑ دوں جس نے مسیح کی ہڈیوں کو توڑا تھا اور آپ کے جسم کو زخمی کیا تھا۔ میں نے جب اسے وہ حوالہ دیا تھا تو اسے یہ بھی کہا تھا کہ دیکھنا یہ غلطی نہ کرنا کہیں دلائل سے کے الفاظ چھوڑ دو۔ اس سے غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے پورا حوالہ شائع کیا۔ سارے حیران تھے اور کہتے تھے کہ ہمیں تو کوئی توقع نہیں تھی کہ اس قسم کی پریس کانفرنس ہو سکتی ہے سارے اخباروں میں خبریں شائع ہوئیں۔ ان میں کسی نے مسجد کی فوٹو دی اور کسی نے دی

لیکن ہمارے فوٹو کے ساتھ نوٹ شائع کئے۔ غالباً مسجد کی فوٹو اس لئے شائع نہ کی تھی کہ اس کے فوٹو اخبارات میں آچکے ہیں اور وہ پرانی مسجد ہے۔

اس کے بعد ہم ہیگ پہنچے

(میں اس وقت صرف پریس کانفرنسوں کو لے رہا ہوں) وہاں حافظ قدرت اللہ صاحب مجھے کہنے لگے کہ یورپ کے دوسرے ملکوں کی نسبت یہاں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف تعصب بہت زیادہ ہے اور میں ڈر رہا ہوں پتہ نہیں پریس کانفرنس میں کیا ہو گا اور غالباً میں نے ان سے یہی کہا تھا کہ آپ فکر نہ کریں۔ سوال مجھ سے ہونے ہیں اور میں نے ہی ان کے جواب دینے ہیں۔ وہاں پریس والوں نے بڑے ادب اور احترام کے ساتھ مجھ سے باتیں کیں۔ ایک نوجوان جو بڑا لمبا اور صحت والا تھا۔ اور غالباً کسی کیتھولک اخبار کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اس نے ایک سوال کیا۔ سوال تو اس نے بڑے ادب سے کیا لیکن اس کی آنکھوں میں شوخی تھی وہ نوجوان کہنے لگا آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ نے ہمارے ملک میں کتنے مسلمان کئے ہیں۔ غالباً اسے علم تھا کہ یہاں احمدی تھوڑی تعداد میں ہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ تمہارے نزدیک مسیح علیہ السلام کی جتنی زندگی تھی گو اس مسئلے میں ہمارا اور تمہارا اختلاف ہے لیکن میں اس وقت اختلاف کو قبول کرتا ہوں تمہارے خیال میں جتنے سال مسیح علیہ السلام اس دنیا میں زندہ رہے اس ساری عمر میں انہوں نے جتنے عیسائی بنائے تھے ان سے زیادہ اس ملک میں ہم نے مسلمان بنائے ہیں۔ اس پر ایسا رعب طاری ہوا کہ دوسرے نمائندے تو سوال کرتے رہے لیکن وہ خاموش رہا۔ تیس چالیس منٹ کے بعد میں نے اس کی طرف توجہ کی اور کہا کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے مجھ میں دلچسپی لینی چھوڑ دی ہے لیکن میری تم میں دلچسپی ابھی تک قائم ہے تم سوال کرو میں اس کا جواب دوں گا۔ پھر اس کے بعد اس نے بعض سوال کئے اور میں نے ان کا جواب دیا۔ زیورک میں تو میں پریس کانفرنس کے بعد وہیں ٹھہرا رہا۔ لیکن ہیگ میں میں پریس کانفرنس کے معاً بعد اس جگہ کو چھوڑ کر اپنے کمرہ میں چلا گیا تھا۔ اور وہ نوجوان قریباً ایک گھنٹہ تک دوستوں سے گفتگو کرتا رہا۔ اس نے قیمتاً ہمارا لٹریچر بھی خریدا اور کہنے لگا میں اسے ضرور پڑھوں گا۔ غرض اس پر اتنا اثر تھا۔

وہاں کے سارے اخباروں نے

صرف یہ خبر ہی شائع نہیں کی تھی کہ ہم اس ملک میں آئے ہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ اسلام لاؤ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اور دراصل یہی بات ان دو فقروں میں سے ایک تھی جن کے لئے میں وہاں گیا تھا مجھ سے وہ جو باتیں کرتے ان کو بھی شائع کرتے اور ساتھ ہی ہماری تصویریں بھی شائع کرتے لیکن اگر وہ صرف میری تصویر شائع کرتے تو اس میں میری کوئی عزت افزائی نہیں تھی جس کو خدا تعالیٰ نے عزت دی ہو وہ دنیا کی عزتوں کی کیا پرواہ کرتا ہے میرے وہاں جانے کی جو اصل غرض تھی وہ پوری ہونی چاہیئے تھی میں نے ان کو جو انتباہ دینا تھا وہ ہر ایک کے پاس پہنچنا چاہیئے تھا اور مجھے خوشی اس بات سے ہوئی تھی کہ انہوں نے صاف طور پر لکھ دیا تھا کہ میرا پیغام یہ ہے کہ دو راستے تمہارے لئے کھلے ہیں یا تو تم اسلام لاؤ اور یا تباہ ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں ویسے وہاں یہ فقرہ بولتا تھا کہ اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ (Come back to your Creator) اور اس کا مفہوم وہ سارے سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا مطلب تو اسلام ہے نا۔ میں نے کہا ہاں۔ اللہ وہی تو ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ لوگ ذات باری اور صفات باری کے متعلق تو کچھ جانتے نہیں تھے۔ لیکن وہ مفہوم کے لحاظ سے میرے فقرہ کا ترجمہ کر لیتے تھے اور انہوں نے یہ شائع کیا کہ یہ کہتے ہیں کہ تم اسلام کو قبول کرو۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے

اس کے بعد ہم ہمبرگ پہنچے

ہمبرگ میں چار روزانہ اخبار ہیں جرمنی میں صرف دو اخبار ایسے ہیں جو سارے جرمنی میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور لنڈن ٹائمز کے ہم پلہ ہیں باقی سارے اخبار مقامی ہیں۔ بہرحال ہمبرگ میں چار روزانہ اخبار ہیں جن میں سے تین صبح کو چھپتے ہیں اور ایک شام کو چھپتا ہے۔ جو اخبار صبح کو چھپتے ہیں ان میں سے ایک ان دو اخبارات میں سے ہے جو صرف جرمنی میں ہی نہیں پڑھے جاتے بلکہ ساری دنیا میں جہاں جرمن زبان بولی جاتی ہے پڑھے جاتے ہیں اور یہ اطلاع مجھے کراچی میں پریس میں کام کرنے والے ایک جنیز احمدی دوست نے دی جب میں نے اخبار کا نام لیا "ڈی ویلٹ" تو اس نے کہا اچھا یہ اخبار ہے یہ اخبار تو ساری دنیا میں جاتا ہے اور جرمنی کے دو بڑے اخباروں میں سے ایک ہے۔ اس کے علاوہ دو تین اور اخبار ہیں اور وہ اپنے علاقہ پڑھے جاتے ہیں۔ گویا صرف چار اخبار ہیں باقی نیوز ایجنسیز ہیں جیسے ہمارے ہاں اے۔ پی۔ پی وغیرہ ہے پھر ریڈیو ہے وغیرہ وغیرہ۔ ہمارے مبلغوں کا اثر و رسوخ ہے حکومت سے بھی ان کے تعلقات ہیں محکمہ اطلاعات و انفارمیشن کو جب پریس کانفرنس کے متعلق علم ہوا تو انہیں خیال آیا کہ کہیں مایوس نہ ہو جائیں چنانچہ انہوں نے فون کر کے بتایا کہ حکومت کی طرف سے ہم پریس کانفرنس بلاتے ہیں بڑا زور لگاتے ہیں اور روپیہ خرچ کرتے ہیں تب جا کر کہیں سات آٹھ یا نو نمائندے آتے ہیں۔ اگر آپ کی پریس کانفرنس میں تھوڑے نمائندے ہوں تو آپ مایوس نہ ہوں ہمارے ملک کا یہی طریقہ ہے۔ پھر انہوں نے وارننگ دی اور وارننگ بھی اپنی محبت اور تعلق کی وجہ سے دی تا کہ ہم مایوس نہ ہو جائیں۔ وہاں ایک اٹلانٹک ہوٹل ہے جس میں یہ پریس کانفرنس ہوئی۔ میں جب وہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہاں ۲۵ نمائندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان چاروں اخباروں کے نمائندے تھے ہفت روزہ اخبارات کے نمائندے تھے دو نمائندے ریڈیو کے تھے (دو مختلف ریڈیو پروگرام ہیں اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ اپنی انڈیپنڈنٹ ٹیم بھیجی ہوئی تھی) نیوز ایجنسیز کے نمائندے تھے۔ یورپ میں یہ رواج ہے کہ فوٹو گراف چھاپنے والی بھی انڈیپنڈنٹ ایجنسیاں ہیں وہ فوٹو لے لیتی ہیں اور ہر اخبار کو بھجوا دیتی ہیں اور کہلا بھیجتی ہیں کہ اگر تم نے اس واقعہ کے متعلق کوئی نوٹ لکھنا ہو تو یہ تصویریں ہیں تم ان میں سے کوئی ایک یا دو منتخب کر لو اور اس کے دو پیسے لے لیتی ہیں۔ یہ ان کے کمانے کا ایک ذریعہ ہے۔ اخبار کو اپنے علیحدہ فوٹو گرافر رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بہرحال جہاں یہ سسٹم ہے اور ان

فوٹو لینے والی ایجنسیوں کے نمائندے

بھی وہاں موجود تھے کل نمائندے ۲۵ تھے اور ایک گھنٹہ پچیس منٹ تک ہم باتیں کرتے رہے وہ اٹھنے کا نام ہی نہیں لیتے تھے۔ میں خود کھڑا ہو گیا اور کہا اب ہم اس پریس کانفرنس کو ختم کرتے ہیں

اس پریس کانفرنس میں دو عورتیں بھی تھیں میں نے ان سے ہاتھ نہیں ملایا تھا اس پر ان میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا آپ نے ہم سے ہینڈ شیک یعنی مصافحہ کر کے ہماری عزت افزائی تو کی لیکن ان عورتوں کی عزت افزائی نہیں کی یہ کیا بات ہے میں نے اسے کہا کہ میں تمہارا بڑا ممنون ہوں کہ تم نے یہ سوال کر کے بات کی وضاحت کرا لی ہے ورنہ تم یہاں سے اٹھ جاتے تو غلط فہمی قائم رہتی۔ اسلام کا یہ مسئلہ ہے اور یہ ایک عورت کی بے عزتی کے خیال سے نہیں بلکہ اس کی عزت اور احترام کو قائم کرنے کے لئے ہے۔

تم یہ کہہ سکتے ہو کہ ہمارا نظریہ درست نہیں مگر ہم پہ یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ ہم عورت کی عزت اور احترام نہیں کرتے۔ خیر بات ان کی سمجھ میں آگئی اور ان کی تسلی ہو گئی۔ بڑی لمبی چوڑی گفتگو ہوئی ان سے

اس موقعہ پہ ایک بڑی اچھی تصویر بھی لی گئی جو مجھے بہت پسند آئی۔ میں نے ایک وارننگ دیتے ہوئے جوش میں اپنی انگلی ذرا ایک خاص انداز سے ہلائی ہوئی تھی جس نے انگلی ہلائی ایک فوٹو گرافر نے جھٹ سے لگالی۔ میرا خیال تھا کہ وہ تصویر نہیں لے سکیگا۔ لیکن وہ اپنے فن میں بڑے ماہر ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں کس طرح اس نے تصویر لے لی۔ دوسرے دن وہ تصویر اخبار میں آگئی

——— ہیمبرگ کے ٹیلی ویژن کو

ایک کروڑ سے زیادہ آدمی

جرمنی کے چھوٹے چھوٹے کئی صوبے اور ہیمبرگ کا ٹیلی ویژن تین چار صوبوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ہیمبرگ کا ٹیلی ویژن جس علاقہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے متعلق اندازہ ہے کہ اس میں اسے ایک کروڑ سے زیادہ آدمی دیکھتے ہیں۔ ہم نے اس میں چالیس فی صدی کاٹ دیا کہ بہت سے لوگ باہر گئے ہوتے ہوتے ہیں بعض لوگ سیر و سیاحت کے لئے گھر سے نکلے ہوتے ہوتے ہیں پھر بھی ۶۰ لاکھ کے درمیان لوگوں نے ہمیں ٹیلی ویژن پر دیکھ لیا۔ اور جو باتیں وہاں ہوئیں وہ یہی تھیں کہ اسلام لاؤ اور اپنے اللہ کی معرفت حاصل کرو۔ یہ پیغام براڈ کاسٹ بھی ہو گیا۔ اور پھر سارے اخباروں میں بھی آگیا۔ اخباروں کی وجہ سے شہر میں ہمارا اس طرح چرچا ہوا کہ ہمارے لئے باہر نکلنا مشکل ہو گیا۔ وہ ٹھیک بارہ ہم بازار میں گئے۔ تو جہاں تک نظر جاتی تھی مرد عورتیں اور بچے اپنا کام کاج چھوڑ کر ہماری طرف دیکھنے لگ جاتے تھے اور سینکڑوں گھر سے نکل آتے تھے جس دکان میں بھی جاؤ سودے کے متعلق بات بعد میں ہوتی پہلے اخبار ہمارے سامنے کر دیا جاتا تھا اور اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ وہ ہمیں جانتے ہیں اور اس بات کا اظہار وہ بڑی خوشی اور بشاشت سے کرتے تھے۔ میرا بتانے کا یہ مطلب ہے کہ

ہر گھر میں ہمارا یہ پیغام پہنچ گیا

کہ اسلام لاؤ یا تباہ ہو جاؤ۔ کیونکہ میری باتوں کا خلاصہ یہی تھا کہ اپنے رب سے تعلق پیدا کرو ورنہ تباہی تمہارے سامنے ہے۔

اس کے بعد ہم کوپن ہاگن گئے۔ پہلے اس کے کہ میں کچھ کوپن ہاگن کے متعلق بتاؤں۔ میں ایک لطیفہ بتانا چاہتا ہوں۔ زیورک میں جو ٹیم ٹیلی ویژن کے لئے انٹرویو لینے آئی تھی۔ وہ تین اشخاص پر مشتمل تھی ان میں سے دو مرد اور ایک عورت تھی۔ جو عورت تھی۔ اس نے کہا میں ریکارڈ کرنے سے پہلے آپ سے بعض سوال کر کے جواب لینا چاہتی ہوں۔ کیونکہ پروگرام چھوٹا ہے اور سوال زیادہ ہیں۔ میں جو جواب اچھے سمجھوں گی انہیں ٹیلی ویژن کے لئے ریکارڈ کر لوں گی۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اس نے ایک سوال کیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کس طرح پھیلائیں گے میں نے اسے فوری طور پر یہ جواب دیا کہ دلوں کو فتح کر کے۔ اس کو یہ جواب اتنا اچھا لگا کہ وہ کہنے لگی میں یہ فقرہ ضرور ٹیلی ویژن پر لانا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ اسکے بعد انہوں نے ٹیلیویژن کے لئے سین تیار کیا۔ منظر یہ تھا کہ پیچھے مسجد تھی اور سامنے میں تھا۔ میں جو کچھ بول رہا تھا وہ اس فلم پہ آگیا۔ اور نشر ہوا۔

کوپن ہاگن کی پریس کانفرنس

میں بھی ایک نمائندہ نے یہی سوال کر دیا کہ آپ ہمارے ملک میں اسلام کیسے پھیلائیں گے۔ میں نے اُسے کہا کہ بالکل یہی سوال زیورک میں ایک عورت نے کیا تھا اور میں نے اسے یہ جواب دیا تھا کہ دلوں کو فتح کر کے اس جواب پر ایک عورت نمائندہ بڑے وقار سے کہنے لگی کہ ان دلوں کو لے کر آپ کریں گے کیا؟ میں نے اسے جواب دیا کہ "پیدا کرنے والے رب کے قدموں میں جا رکھیں گے" اس جواب کا اس پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ پریس کانفرنس کے بعد بھی کافی دیر وہاں ٹھہری رہی اُس نے ہمیں نماز پڑھتے دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں واپس جا کر ایک مضمون لکھوں گی .....

.... خیر یہاں بھی پریس انٹرویو ہوا۔ اور بڑا اچھا ہوا۔ اور تمام اخبارات میں دو چھپا پریس کانفرنس سے پہلے مسجد کے افتتاح کی جو تصویریں چھپیں اُن میں ایک اخبار نے یہ کیا کہ نماز کی تصویر دے کر اس کے نیچے یہ نوٹ دے دیا کہ یہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کر رہے ہیں۔ اگلے دن پادریوں کے ایک گروپ نے مجھ سے انٹرویو کا وقت لیا ہوا تھا اسی دن صبح ہی وہ اخبار آگیا میں نے دوستوں کو یہ ہدایت دی کہ جب پادری آئیں تو یہ اخبار میرے ہاتھ میں دیدیں۔ چنانچہ میٹنگ سے پہلے وہ اخبار میرے ہاتھ میں دیدیا گیا۔ اس گروپ کا جو لیڈر تھا میں نے اس سے کہا کہ اس فقرہ کا ترجمہ کر کے مجھے بتاؤ۔ مجھے اس کے مفہوم کا علم تو تھا لیکن میں اس کے منہ سے کہلوانا چاہتا تھا۔ شرمندگی سے اس کا منہ سرخ ہو گیا اور اس نے کہا ہم یہ نوٹ پہلے دیکھ چکے ہیں اور بڑے شرمندہ ہیں۔ میں نے کہا اب دو صورتیں ہیں یا تو میں اس کی تردید کروں یا تم اس کی تردید کرو۔ اگر میں اس کی تردید کروں گا تو اس سے بدمزگی پیدا ہو گی۔ کیونکہ میں تو اپنے رنگ میں اس کی تردید کروں گا چنانچہ اس پادری نے

اس کی تردید شائع کرائی

ایک لمبا نوٹ لکھا گیا جو اس اخبار میں شائع ہو گیا اور اس طرح اللہ تعالےٰ نے ایک موقعہ ہمارے نظریہ کو پھیلانے اور اسلام سے تعارف کرانے کا پیدا کر دیا۔ بہرحال جیسا کہ میں نے بتایا ہے وہاں کی ہر اخبار نے ہمارے متعلق لکھا اور بعض اخبارات نے ایک ایک صفحہ اس کے لئے دیا

پھر جیسا کہ میں نے اشارۃً بتایا ہے کہ ہمارے ملکوں میں تو رواج نہیں لیکن اس ملک میں یہ رواج ہے کہ باہر سے آنیوالے اپنے آدمیوں کو جن کو وہ بڑا اچھا سمجھتے ہیں لارڈ میئر ری سیپشن دیتا ہے اور اس کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ وہ اُسے اپنے شہر میں خوش آمدید کہہ رہے ہوتے ہیں۔ کوپن ہاگن میں دوسرے ملکوں کے رواج کی طرح صرف ایک کارپوریشن نہیں جس کے آگے مختلف یونٹ ہوں۔ وہاں مختلف کارپوریشنز ہیں جن میں سے ہر ایک انڈیپنڈنٹ ہے آپس میں ان کا کوئی تعلق نہیں۔ اُن میں سے اُس کارپوریشن کا جس کے علاقہ میں ہماری مسجد ہے الگ لارڈ میئر ہے اس کے علاوہ ایک اور کارپوریشن ہے جس میں کوپن ہاگن کا پرانا شہر واقع ہے۔ اس کی میئر ایک عورت ہے۔ ان دونوں کارپوریشنز نے ہمیں ری سیپشن دی ہوئی تھی۔ ہمارے علاقہ کی کارپوریشن کا لارڈ میئر مشن سے اتنا تعلق رکھتا ہے کہ وہ چھٹیوں پر گیا ہوا تھا اور وہاں سے وہ صرف مسجد کے افتتاح میں شامل ہونے اور ہمیں ری سیپشن دینے کے لئے واپس آیا اور بڑے پیار سے اس نے مجھ سے گفتگو کی۔ میں نے اسے بتلایا کہ ہمارے احمدی مسلمان تمہاری کارپوریشن کے بہترین شہری ثابت ہوں گے۔ کیونکہ ہمارا یہ مذہبی عقیدہ ہے کہ ہم ملکی قانون کی پابندی کریں۔ اسلام نے ہمیں یہی سکھلایا لارڈ میئر نے ہمیں اپنی کارپوریشن کا جھنڈا دیا اور ہم نے اسے قرآن کریم دیا۔ پھر ہم دوسری کارپوریشن کی طرف سے دی ہوئی ری سیپشن میں شریک ہوئے اس میں لارڈ میئرس نے ہمیں اپنی کارپوریشن سے متعلق ایک معلوماتی کتاب دی اور ہم نے اس کو قرآن کریم پیش کیا۔ باتیں بھی ہوتی رہیں۔ اس موقعہ پر پریس کے نمائندے بھی موجود تھے اگلے دن اس ری سیپشن کی تصویر بھی اخباروں میں آگئی جس میں لارڈ میئرس کو قرآن کریم وصول کرتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ ایک اخبار نویس نے شرارتاً اُسے کہا کہ اُنہوں نے تم کو اپنا ہاتھ نہیں دیا یعنی مصافحہ نہیں کیا۔ وہ عورت پڑھی لکھی تھی اور بڑی ہوشیار تھی اس نے فوراً یہ جواب دیا کہ انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ تو نہیں دیا لیکن مجھے قرآن کریم دیا ہے اور اگلے دن اس کا یہ فقرہ بھی اخبار میں چھپ گیا۔

اسکے بعد جب ہم یورپ کو چھوڑ کر لنڈن پہنچے۔

لنڈن کے پریس نے

ہمارے ساتھ پہلے تو کوئی تعاون نہیں کیا یعنی انہوں نے ہمارے متعلق کوئی خبر نہیں دی صرف ایک اخبار نے خبر دی جس کا نمائندہ ایئر پورٹ پر آیا ہوا تھا۔ اور اس سے گفتگو بھی ہوئی تھی لیکن عام طور پر پریس نے ہمیں نظر انداز کیا۔ تین دن ہم وہاں رہے پھر ہم سکاٹ لینڈ چلے گئے۔ وہاں بھی پریس کانفرنس ہوئی۔ اور وہاں کی تمام اخباروں نے خبریں بھی دیں اس کے بعد ہم چند روز "ونڈزمیئر" ٹھہرے اسی دوران ایک مقامی اخبار نے امام رفیق (مسجد لنڈن کے امام) کو فون کیا اور کہا کہ لوگ پوچھتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جو ہمارے علاقہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ یہاں تو ایک ہنگامہ بپا ہے کہ مقامی اخبار نے کچھ لکھا نہیں اور لوگ حیران ہیں۔ آخر انہیں پتہ لگنا چاہیئے کہ یہ کون ہیں۔ چنانچہ امام رفیق نے اسے بتایا اور اس نے اگلے روز ایک خبر شائع کر دی۔

ابھی ہم ونڈرمیئر میں ہی تھے کہ ہمیں ایک پیغام ملا کہ ٹائمز لنڈن سپیشل انٹرویو لینا چاہتا ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے لیکن وقت ہم وہاں مقرر کریں گے۔ ٹائمز لنڈن چوٹی کے اخباروں میں سے ہے۔ دوست یہ نہ سمجھیں کہ میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا ذکر کر رہا ہوں میرے نزدیک یہ باتیں بڑی اہم ہیں کیونکہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی اللہ تعالےٰ کی قدرت کا ہاتھ نظر آتا ہے۔ ٹائمز لنڈن کا جو نوجوان نمائندہ انٹرویو لینے آیا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ وہ آسٹریلیا کا رہنے والا ہے لنڈن کا رہنے والا نہیں اور وہ صرف چھ ماہ سے یہاں کام کر رہا ہے۔ جب میں آکسفورڈ میں پڑھا کرتا تھا۔ اُس وقت میرے بعض گہرے دوست آسٹریلیا کے طالب علم تھے۔ میں نے کہا مجھے تم سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے ویسے تو مجھے ہر ایک سے مل کر خوشی ہوتی ہے لیکن تمہارے ساتھ مل کر اسلئے بھی خوشی ہوئی کہ آسٹریلیا کے بعض طالب علموں سے میری بڑی گہری دوستی تھی اور بڑے لمبے زمانہ کے بعد آج میں ایک آسٹریلین سے مل رہا ہوں۔ بہرحال ایک بے تکلفی کا ماحول پیدا ہو گیا۔ وہ نوجوان بڑا عقلمند تھا اور زیرک تھا۔ وہ مجھ سے مختلف باتیں کرتا رہا۔ وہاں پریس کے نمائندے مجھے سیٹ میں گھسیٹنے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن

یورپ کا پریس بڑا سمجھدار ہے

جب میں اُن سے کہہ دیتا کہ مجھ سے صرف مذہبی باتیں کرو۔ تو وہ اس پر زور نہیں دیتے تھے [illegible] نے اس ٹیمے بھی کہا کہ مجھ سے سیاست کی بات نہ کرو تو وہ رُک گیا۔ میں نے اس کو یہ بھی بتایا کہ اسلام امن اور سلامتی کا مذہب ہے ..... میرے مذہب کا تعلق دل سے ہے اور دل کو طاقت کے ذریعہ بدلا نہیں جاسکتا۔ تو مذہب کے نام پر خواہ مخواہ جھگڑنا ہی غیر معقول ہے اب ہم دونوں یہاں بیٹھے ہیں۔ میں ایک مسلمان ہوں اور ایک مذہبی فرقہ کا سربراہ ہوں اور تم ایک عیسائی نوجوان ہو۔ میرے دل میں تمہارے متعلق دشمنی نفرت یا حقارت کا کوئی جذبہ نہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے دل میں میرے خلاف دشمنی نفرت یا حقارت کا کوئی جذبہ نہیں۔ اور اگر ہم یہاں اس کمرہ میں اس قسم کی فضا پیدا کر سکتے ہیں تو ساری دنیا میں بھی پیدا کر سکتے ہیں دوسرے دن اس نے اخبار میں بڑا اچھا نوٹ دیدیا ہمیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ اس قسم کا نوٹ اخبار میں آجائے گا۔ ٹائمز کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اگر اس میں کوئی چیز چھپ جائے تو ان کے متعلق یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ انگلستان کے سارے پریس میں وہ چیز آگئی۔ بہرحال یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اعلائے کلمۃ اللہ کے سامان پیدا کر دیئے۔

پھر کراچی میں انٹرویو ہوا

یہ لوگ اپنے رنگ کے ہیں یہ لوگ بار بار مجھ سے سیاسی سوال کر دیتے تھے اور بار بار مجھے یہ کہنا پڑتا تھا کہ میں کسی سیاسی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ ویسے سب ہی اچھے تھے انہیں بھی اچھا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ان سے سیاسی گفتگو کریں ہر ایک کا اپنا اپنا خیال ہوتا ہے لیکن یہاں بھی اخبارات میں بڑے اچھے نوٹ آگئے تھے ان پریس کانفرنسوں میں میری کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ تھی میں نے صرف یہی مقصد اپنے سامنے رکھا تھا کہ ان لوگوں کو جھنجھوڑا جائے اور اسلام کے عالمگیر غلبہ کا آسمانوں پر جو فیصلہ ہو چکا ہے اس حقیقت کی طرف انہیں متوجہ کیا جائے اور یہ غرض اخبارات کے تعاون سے پوری ہو گئی اور یہ مقصد ہمیں حاصل ہو گیا

ساری قوم کو انتباہ کر دیا گیا

اس لحاظ سے کہ اکثریت کے کانوں میں یہ آواز پہنچ گئی اور یہ بات ان کے ذہن نشین کر دی گئی کہ انہیں ایک انتباہ دیا گیا ہے اور ایک [illegible] دینے والے نے انہیں [illegible] دیا ہے [illegible] مضمون کے متعلق [illegible] پہلے بیان

کہا ہے اس کے متعلق میں یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ جب ہم لندن گئے۔ تو ہمیں ایک ری سپشن دی گئی۔ جس میں تین سو آدمیوں نے شامل ہونا تھا گویا یہ ری سپشن جماعت کی طرف سے تھی لیکن اس میں اس علاقہ کے میئر بھی مدعو تھے جس میں ہماری مسجد ہے ایک ایم پی تھے پاکستان ایسوسی ایشن کے پریذیڈنٹ تھے اور بعض دوسرے انگریز بھی تھے اور یہ سب کوئی تیس آدمی تھے میں نے سوچا کہ میں نے اپنی محنت سے تو یہ مضمون تیار نہیں کیا۔ بلکہ یہ آمد تھی اور میرے رب کی عطا اس لئے اس کا جو مقصد تھا وہ پورا ہونا چاہیئے اور یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں یہ مقصد پورا ہو سکتا ہے اس کے بعد مجھے کوئی اور موقعہ نہیں ملے گا۔ چنانچہ میں نے محترمی مخدومی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب سے کہا کہ آپ اسے پڑھیں اور مجھے مشورہ دیں کہ آیا ری سپشن کے بعد میں یہ تقریر کر دوں یا نہ کروں میں نے انہیں اس کا پس منظر بھی بتایا۔ اگلے دن صبح ان کا پیغام مجھے آیا کہ آپ یہ تقریر ضرور کریں۔ تقریر کے انگریزی ترجمہ کے فقرات میں بعض جگہ انہوں نے لفظی اصلاح بھی کی۔ انگریزوں کا یہ طریق ہے کہ وہ ڈنر کے بعد ہلکی پھلکی تقریریں کرتے ہیں اور وہ تین تین چار چار منٹ کی ہوتی ہیں یوں کہ ایک دو لطیفے سنا دیئے اور بیچ میں کوئی کام کی بات کہہ دی۔ میں اس بات کی وجہ سے بڑا پریشان تھا کیونکہ مجھ سے پہلے چار تقریریں تھیں۔ سب سے پہلے میئر کھڑا ہوا اور اس نے پاکستان کی بھی اور جماعت کی بھی بڑی تعریف کی۔ اور تین چار منٹ کے بعد وہ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد ایم پی کھڑا ہوا۔ ان کی طبیعت میں مزاح تھا۔ انہوں نے ایک دو لطیفے سنائے اور خوب ہنسایا۔ پھر پاکستان ایسوسی ایشن کا پریذیڈنٹ کھڑا ہوا۔ اور اس نے اپنے لحاظ سے کچھ سنجیدہ اور کچھ ہلکی پھلکی تقریر کی۔ آخر میں (مجھ سے پہلے) چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تھے۔ وہ کھڑے ہوئے انہوں نے ایک دو فقرے کہنے کے بعد میرے متعلق کہا کہ انہوں نے اس وقت بعض بڑی اہم باتیں کرنی ہیں اس لئے میں زیادہ وقت نہیں لیتا۔ گویا انہوں نے میرے پیغام کا تعارف بھی کرا دیا اور سارے احباب کے لئے تیار ہو گئے کہ کوئی اہم پیغام آنے والا ہے۔ میرے ذہن سے بوجھ اُتر گیا اور میں نے مضمون پڑھنا شروع کیا اور ۹ منٹ میں وہ مضمون ختم ہوا۔ اس سارے عرصہ میں

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سامعین مسحور ہیں

کوئی آواز وہاں پیدا نہ ہوئی۔ بعد میں احمدیوں نے مجھے بتایا کہ ہمیں پسینے آرہے تھے اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑا تیز مضمون تھا لیکن وہ مضمون میرا نہیں تھا۔ یہ نہیں تھا کہ میں نے سوچ کر اور عقل پر زور دے کر اسے بنایا ہو بلکہ جب میں لکھنے لگا جو مضمون ذہن میں آتا گیا اور میں لکھتا گیا۔ ایک احمدی کہنے لگا کہ میرے ساتھ ایک انگریز بیٹھا ہوا تھا جب آپ نے مضمون پڑھنا شروع کیا۔ تو اس نے حیرانی سے منہ کھولا [illegible] لوگ حیرانی کی حالت میں اپنا منہ کھول لیتے ہیں) اور پھر ۹ منٹ تک اس کا منہ کھلا ہی رہا۔ جس وقت میں نے مضمون ختم کیا اور سلام کیا اس وقت شاید کوئی چیونٹی بھی چلتی تو مجھے آواز آجاتی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا یہ سٹنڈ (STUNED) ہو گئے ہیں آپ نے کبھی اور [illegible] بھی۔ اس خاموشی کی حالت میں میں نے سلام کیا اور باہر نکل گیا۔ جب تک میں ہال سے باہر نہیں نکلا۔ میرے کان میں کوئی آواز نہیں پڑی۔ شاید کے میئر میرے ساتھ تھے وہ بڑے عقلمند آدمی تھے۔ ہمارے احمدی ہوں کو یہ خیال نہ آیا کہ میں اکیلا باہر نکل گیا ہوں۔ وہ سارے وہیں بیٹھے رہے تھے۔ انہیں یہ بھی خیال نہ آیا کہ یہ ایک موٹر میں کیسے چلے جائیں گے وہاں موٹر ڈرائیور بھی نہیں تھا۔ میئر مجھے کہنے لگا۔ آپ تھکے ہوئے ہوں گے ادھر آئیں ہم ذرا یہاں بیٹھتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ ہال اوپر تھا ہم سیڑھیوں سے نیچے اتر کے نیچے کے کمرے میں چلے گئے اور وہاں کھڑے کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے وہاں وہ ایم پی بھی آگئے۔ وہ کہنے لگے مجھے امید ہے کہ جس تباہی کا آپ نے ذکر کیا ہے اس کی پیشگوئی ہمارے حق میں پوری نہیں ہوگی۔ قبل اس کے کہ میں اس کا کوئی جواب دیتا میئر نے کہا ان کی تقریر کا خلاصہ تو یہ ہے کہ ایک تو دنیا میں امن ہونا چاہیئے اور دوسرے

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنا چاہیئے

جب اس نے اس رنگ میں جواب دیا۔ تو وہ خاموش اور سنجیدہ ہو گئے۔ ویسے تو وہ بڑا اچھا آدمی تھا۔ لیکن بعض آدمیوں کی طبیعت ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہنسی مذاق کرتے رہتے ہیں اور جس وقت میئر نے دیکھا [illegible] اُترا ہے [illegible] ہیں سامنے کا دروازہ

کھلا ہوا تھا) تو کہنے لگے اچھا اب چلیں۔ تب مجھے پتہ لگا کہ اس کے دماغ میں یہ نہیں تھا کہ میں تھکا ہوا ہوں اور آرام کروں بلکہ یہ تھا کہ میں اکیلا ہوں۔ سارے ساتھی وہاں بیٹھے رہے اور موٹر چلانے والا بھی وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ کیونکہ وہاں ڈرائیور استعمال نہیں ہوتا۔ سارے لوگ کاریں آپ ہی چلاتے ہیں۔

پھر میں نے جماعت کو ہدایت دی کہ میرا یہ مضمون بہت تھوڑے آدمیوں نے سُنا ہے اب اسے گھر گھر پہنچاؤ۔ اور خرچ کا اندازہ لگاؤ۔ انہوں نے کہا پچاس ہزار کاپیوں پر کوئی ڈیڑھ سو پونڈ خرچ آئے گا۔ یعنی پچاس ہزار کاپیوں پہ دو ہزار روپے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے اگر پیسے نہیں ہیں تو میں انتظام کر دیتا ہوں۔ وہ کہنے لگے رقم کا انتظام ہم کر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں رہنے والے احمدیوں کو قربانی کی بڑی توفیق دی ہے۔ چنانچہ دوستوں نے باہم مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہم اسے شائع کریں گے۔ چنانچہ

پچاس ہزار کاپیاں اس مضمون کی وہاں چھپ چکی ہیں

اب میں نے ہدایت دی ہے کہ اس کا جرمن ڈینش اور ڈچ زبانوں میں ترجمہ ہو جائے تو اور پھر اگر موقعہ ملا تو سپینش اور اٹالین میں بھی اس ترجمہ کو کروا دیا جائے گا۔ اور سارے یورپ میں اسے پہنچا دیا جائے گا۔ میں نے انہیں کہا کہ وقف عارضی کو جاری کرو اور واقفین سے یہ کام لو۔ اسے ہر گھر میں پہنچاؤ اس کی تعداد کم ہے اور گھر زیادہ ہیں اس لئے پڑھے لکھے اور صاحب رسوخ لوگوں کی فہرست بناؤ اور ان تک اسے پہنچاؤ۔ شہروں اور دیہات دونوں میں اسے تقسیم کرو۔ یہ نہیں کہ شہروں میں اسے تقسیم کرو اور دیہات میں نہ کرو۔ دیہات میں ابھی تک عیسائیت سے کچھ نہ کچھ پیار ضرور پایا جاتا ہے۔ شہروں میں نہیں پایا جاتا۔ اگر خدا تعالیٰ نے چاہا اور اس نے توفیق دی تو دو ایک خطبات میں وہاں کے واقعات اپنے رنگ میں بیان کروں گا۔ اس نیت کے ساتھ کہ ان چیزوں کا جو نتیجہ میرے دماغ نے نکالا ہے جب اس نتیجہ تک میں پہنچوں تو آپ میرے ساتھ پورا پورا تعاون کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔

(الفضل [illegible])

درویش فنڈ

احباب جماعت کو معلوم ہوا ہے کہ موجودہ حالات میں قادیان اور گردو نواح میں کوئی ایسا کاروبار نہیں جس سے درویش اپنے اخراجات خود پورے کر سکیں۔ سوائے چند افراد کے جو قلیل آمد پیدا کر رہے ہیں۔ باقی سب درویشوں کی جملہ ضروریات (قیام۔ طعام۔ لباس وغیرہ) کا بار صدر انجمن احمدیہ کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے اور چندہ جات کی آمد کے مقابل پر بہت زیادہ اخراجات ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے سالہا سال سے صدر انجمن احمدیہ کا بجٹ آمد و خرچ غیر متوازن چلا آ رہا ہے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے درویشان کی ضروریات اور صدر انجمن احمدیہ کی مالی مشکلات کو ملحوظ رکھتے ہوئے جماعتوں کو اس طرف توجہ دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ نے جماعتوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"بیرونی جماعتیں اپنے غریب بھائیوں کی امداد کا خیال رکھیں خصوصاً قادیان میں جو اصحاب الصفہ رہتے ہیں ان کے متعلق ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ جس قدر غلہ اپنے لئے جمع کرے اس کا چالیسواں حصہ ان کے لئے نکال کر بھیج دے مگر میں نے جیسا کہ پہلے بھی بتایا ہے کہ وہ یہ غلہ صدقہ سمجھ کر نہ دیں بلکہ ایک اسلامی بھائی چارہ کے لئے قربانی سمجھ کر دیں۔ وہ یہ خیال کریں کہ جیسے انسان اپنی بیوی کو کھلاتا ہے اپنے بچوں کو کھلاتا ہے اور ان کو کھلانا انسان کا فرض ہوتا ہے۔ اسی طرح جماعت کے غرباء کی امداد کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر فرض عائد کیا گیا ہے"۔

حضرت قمر الانبیاء صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے فرمایا:-

"دراصل قادیان کو آباد رکھنا ساری جماعت کا فرض ہے لیکن تقدیر الٰہی کے ماتحت ایک حصہ کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ اور دوسرے حصہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔ کہ وہ موجودہ حالات میں قادیان میں ٹھہر کر خدمت دین بجا لا دیں۔ پس دوسروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کی خدمت اور آرام کا خیال رکھیں۔ اور انہیں کم از کم ایسی مالی پریشانیوں سے بچائیں۔ جو توجہ کے انتشار کا موجب ہو۔ حقیقتاً ہم پر درویشوں کا یہ احسان ہے کہ بھاری قربانی کر کے قادیان میں ہماری نمائندگی کر رہے ہیں۔ پس یہ امداد ہرگز صدقہ خیرات کے رنگ میں نہیں بلکہ ایک محبت کا تحفہ ہے جو قدردانی کے رنگ میں ہم پاکستانی و ہندوستانی دوست درویشوں کی خدمت میں پیش کرتے ہیں"۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ اور حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحبؓ کے مندرجہ بالا ارشادات کی روشنی میں ۱۹۵۲ء میں "درویش فنڈ" کی تحریک کا اجراء کیا گیا تھا۔

تحریک کے ابتدائی چار پانچ سالوں میں تو مخلصین جماعت نے "درویش فنڈ" میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا لیکن اب کچھ عرصہ سے اس آمد میں بہت کمی واقع ہو گئی ہے۔ حالانکہ قادیان کی احمدی آبادی میں زیادتی کے باعث اخراجات کا بوجھ پہلے سے زیادہ ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے موجودہ مالی سال میں بھی "درویش فنڈ" کی تحریک کا بجٹ آمد مبلغ ۱۵۰۰۰ پندرہ ہزار روپے رکھا گیا ہے۔ اور توقع کی گئی ہے کہ احباب جماعت قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہوئے اپنے پیارے امام اور مرکز کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ لیکن گذشتہ پانچ ماہ میں آمد نسبت کے لحاظ سے بہت کم ہوئی ہے۔

احباب جماعت کو چاہیئے کہ لازمی چندہ جات کی سو فیصدی ادائیگی علاوہ تحریک درویش فنڈ میں بھی زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر متوقع اضافہ آمد کی رقوم کو پورا کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو زیادہ سے زیادہ خدمات دینیہ کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

ہمارا فرض ہے کہ ہمارے بچے وقفِ جدید کا مالی بوجھ اٹھائیں

وقفِ جدید کو جاری ہوئے خدا تعالیٰ کے فضل سے دسواں سال گذر رہا ہے اب صرف سال کے اختتام کو دو ماہ رہ گئے ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حالیہ خطبہ جمعہ جو مرکز میں ارشاد فرمایا ہے اس میں آپ نے فرمایا کہ

"ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بچوں کے دلوں میں اس احساس کو زندہ رکھیں کہ عظیم فتوحات کے دروازے اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھول رکھے ہیں لیکن ان دروازوں میں داخل ہونے کے لئے عظیم قربانیوں کی ضرورت ہے اس امر کے لئے علاوہ اور تدابیر کے جو پہلے سے جاری ہیں۔ میں نے یہ تحریک بھی کی تھی کہ ہمارے بچے وقف جدید کا مالی بوجھ اٹھائیں میں سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت کے سارے بچے اور سارے والدین یا سرپرست جن کا تعلق بچوں کے ساتھ ہے اس ذمہ واری کو سمجھیں تو جس طرح یہ نسل اللہ تعالیٰ کے فضل سے حصہ پا رہی ہے آئندہ نسلوں کے بارہ میں بھی ہمیں اطمینان نصیب ہو سکتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے مورد بنیں رہیں گے"۔

پس احباب جماعت سے اور ان کے والدین اور سرپرستوں سے توقع رکھتا ہوں کہ اپنے اور اپنے بچوں کے وعدے جلد تر وصول کر کے خزانہ میں ارسال فرمادیں اور دفتر کو اطلاع دے دیں کہ ہماری جماعت نے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر چندہ وقفِ جدید کی سو فیصدی ادائیگی کر دی ہے تاکہ وصولی کی اطلاع پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں بغرض دعا نام پیش کیا جا سکے۔

انچارج وقفِ جدید انجمن احمدیہ قادیان

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بروقت انتباہ (بقیہ صفحہ اول)

خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. یعنی تمام جن اور انسان صرف اسی واسطے پیدا کئے گئے تھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی معرفت میں ترقی کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکموں پر چلتے۔ مگر اب تم خود سوچ لو کہ کتنے لوگ ہیں جو دیندارانہ زندگی بسر کر رہے ہیں اور دین کو دنیا پہ مقدم کر رہے ہیں۔ تم خود کسی بڑے شہر مثلاً کلکتہ۔ دہلی، پشاور، اور لاہور، امرتسر وغیرہ کے چوک میں کھڑے ہو کر دیکھ لو، ہزاروں لاکھوں لوگ اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ مگر ان کی یہ سب دوڑ دھوپ محض دنیا کے لئے ہوتی ہے۔ آپ کو بہت تھوڑے ایسے ملیں گے جو دین کے کام میں ایسی سرگرمی سے مشغول ہوں۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا کی خاطر بڑے بڑے مصائب کا مقابلہ کرتے ہیں مگر دین میں بہت بودے پائے جاتے ہیں۔ ایک ذرا سے ابتلاء پر چھوٹ جیسی نجاست کو کھانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے کیں کیں حیلوں سے کام لیتے ہیں کہ گویا خدا ہی نہیں۔ انسان جتنی فکریں اپنی بیوی کو خوش کرنے اور اس کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے مارتا ہے۔ اگر خدا کی راہ میں اتنی کوشش کرے تو کیا وہ خوش نہ ہوگا؟ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ مگر کوئی کوشش کر کے بھی دیکھے۔ اگر ایک کے ہاں اولاد نہیں ہوتی تو محض ایک بچے کی خاطر وہ کیسی کیسی سختیاں جھیلتا ہے اور کس طرح کے وسائل اور تدابیر اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کہاں کہاں خوار ہوتا پھرتا ہے گویا خدا اس کے نزدیک ہے ہی نہیں۔

خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان جب اپنی زندگی کی اصل غرض سے غافل ہو جاتا ہے تو پھر وہ اس قسم کے دھندوں اور بکھیڑوں میں سرگرداں اور مارا مارا پھرتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ جتنی جلد ہو سکے خدا سے اپنا تعلق قائم کرے۔ جب تک اس کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا تب تک کچھ بھی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر انسان آہستہ آہستہ خدا کی طرف جاتا ہے تو خدا دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے اور اگر انسان جلدی سے اس کی راہ میں ترقی کرتا ہے تو خدا دوڑ کر اس کی طرف آتا ہے۔ لیکن اگر بندہ خدا سے لاپرواہ بن جائے اور غفلت اور سستی سے کام لے پھر اس کا نتیجہ بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد دہم ص۶۷ تا ۷۱)

اعلانِ نکاح وکامیابی

مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۷ء بروز چہار شنبہ و بدھ میرے فرزند اکبر عزیزم محمد حلیم سلمہ اللہ کا نکاح مکرم جناب مولوی شریف احمد صاحب امینی مبلغ سلسلہ احمدیہ مقیم کلکتہ نے عزیزہ احمدی بانو صاحبہ فریدہ بیگم بنت خوندکار مولوی عبد الحفیظ صاحب آف سالار۔ ضلع مرشد آباد۔ بنگال کے ساتھ بعوض مہر مبلغ اڑھائی ہزار روپیہ بمقام سالار پڑھا۔ احباب دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے خیرو برکت کا موجب بنائے۔ آمین ثم آمین۔

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب فضل و احسان ہے کہ ناچیز راقم کی بچی عزیزہ نعیمہ طاہرہ سلمہا ایم۔ اے (انگریزی) میں سیکنڈ کلاس سے کر کامیاب ہوگئی ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ عزیزہ موصوفہ نے آئی۔ اے، بی۔ اے آنرز انگریزی اور انگریزی ایم۔ اے تینوں امتحان پرائیویٹ تیاری کر کے پاس کئے ہیں۔ بزرگان سلسلہ اور احباب جماعت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ یہ کامیابی عزیزہ موصوفہ، اس کے جملہ متعلقین اور دین و دنیا کے لئے ہر لحاظ سے مبارک فرمائے۔ آمین۔ ثم۔ آمین۔

ان خوشیوں کے مواقع پر اعانتِ بدر کے لئے بطور شکرانہ مبلغ ۲۵/- روپے کی حقیر رقم ارسال ہے۔

خاکسار

محمد سلیم خادم سلسلہ عالیہ احمدیہ مقیم کلکتہ

درخواستہائے دعا

میری بڑی ہمشیرہ اقبال بانو کے گلے کا اپریشن آرہ ہسپتال میں ہونے والا ہے وہ بول نہیں سکتی ہے۔ (ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اپریشن سے بولنے لگیں گی) اس لئے تمام صحابہ کرام درویشان و تمام بزرگان کی خدمت میں درخواست ہے کہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپریشن کو کامیاب کرے۔ آمین۔

طالب دعا سید احمد جگا ڈوڈا پور بی بھاگلپور

۲- میری بھانجی عزیزہ امۃ الرشید طاہرہ اہلیہ چوہدری عبد الرحمٰن صاحب لاہور ایک عرصہ سے مختلف عوارض میں بیمار چلی آرہی ہے مختلف قسم کے علاج کرائے جا چکے ہیں مگر ابھی تک کلی طور پر صحت نہیں ہو رہی۔ احباب بخدمت کی خدمت میں کامل و عاجل صحت کے لئے درخواست دعا ہے۔

مختار احمد ہاشمی ربوہ (مغربی پاکستان)

۳- میرے ایک دوست جناب عبد الحلیم صاحب B.D.S - M آخری سال کے امتحان میں شریک ہیں ان کی کامیابی کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز میرے دوست جناب عبد الحی صاحب اور خاکسار حکمائے امتحان میں شریک ہو رہے ہیں۔ احباب جماعت درویشان قادیان اور جملہ بزرگوں سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس امتحان میں

خداشناسی مذہب کی جان ہے!

(بقیہ صفحہ ۲)

ذات پر کامل یقین پیدا کر سکے اس کے وصال کی راہیں کھولتا ہے۔

خداشناسی مذہب کی جان ہے اور اس عظیم الشان عمارت کا پہلا ستون گناہ کی آلودگی سے انسان صرف اسی صورت میں پاک و صاف ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں کسی حاضر و ناظر ہستی کا یقین ہو جو ہر آن اس کے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے۔ اس کی مثال اس طالب علم کی ہے جو کمرہ امتحان میں بیٹھا ہے اور سپروائزر کی موجودگی کے باعث نقل کرنے یا پرچہ حل کرنے میں دیگر ناجائز ذرائع کو کام میں لانے سے باز رہتا ہے۔

آج دنیا میں گناہوں کا جو خطرناک سیلاب نظر آتا ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ خدا کے بارہ میں دنیا کے دلوں سے پختہ یقین اور اعتقاد اُٹھ گیا ہے۔ اور بے خوفی کے سبب چاروں طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہے۔ خود غرضی بڑھ رہی ہے۔ اور انسانیت معدوم ہوتی جا رہی ہے۔

پس انسان کے اعمال کو صحیح راہ پر لانے اور اس کو گناہوں سے آزاد کرنے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ انسان کا خدا کی ہستی پر پورا یقین ہو۔ تا انسانیت کے جوہر کھلیں اور انسان کا شرف اور بزرگی ظاہر ہو۔